# تحسین الوقایہ

لحل

# شرح الوقایہ

جلد اول

مؤلف
محمد تحسین فائز بن الشیخ الدکتور محمد داؤد صاحب حفظہ اللہ
متعلم دار العلوم دیوبند

المکتبۃ الاشرفیۃ بدیوبند یوپی الہند
Mobile: 0091-9358001571

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

# تفصیلات

کتابت کے جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب : تحسین الوقایہ لحل شرح الوقایہ
مؤلف : محمد تحسین فائز ارریاوی
کمپوزنگ : مرحبا کمپیوٹر سینٹر Mob.9758762786
تعداد : ۱۱۰۰
صفحات : ۱۴۴

دوسرا ایڈیشن ——— جنوری ۲۰۱۶ء
باہتمام ——— سعود علی

ناشر

اشرفی بک ڈپو دیوبند یوپی (انڈیا)
ASHRAFI BOOK DEPOT
Deoband (U.P) India - 247554
Ph:- 09358001571, 01336-223082
Email:- ashrafibooks@gmail.com

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

# انتساب

مادرِ علمی دارالعلوم دیوبند کے نام جس نے ہمارے اندر احساس وشعور کو بیدار کیا اور جس کے فیضانِ صحبت سے کچھ کر گذرنے کا حوصلہ ہوا۔

اور

اپنے مربی ومشفق اساتذۂ کرام کے نام جنہوں نے اپنے علمی دریا سے سیراب کر کے مجھے اس لائق بنایا۔

اور

اپنے مشفق ومخلص والدین کے نام جن کی بے پایاں کوششوں اور مخلصانہ شفقتوں اور مبارک دعاؤں کی بدولت اس مقام تک ہماری رسائی ہوسکی۔

اور

اپنے مخلص وپیارے بھائیوں (ڈاکٹر محمد توصیف داؤد، محمد تحسیب داؤد، محمد تسنیم داؤد) کے نام جن کا احسان ہمیشہ سے میرے سر پر ہے، دراصل ان ہی کی حوصلہ افزائی سے احقر اس لائق بنا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

# عرضِ مؤلف:

نحمدهٗ ونصلي على رسوله الكريم اما بعد!

اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو تفقہ فی الدین کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا:

"فلولا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين" (سورۂ توبہ)

نیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا: "من يرد الله به خيراً يفقهه في الدين" (رواہ مشکوٰۃ)

پیش نظر کتاب "تحسین الوقایہ لحل شرح الوقایہ" فقہ حنفی کی مایۂ ناز اور اہم کتاب "شرح الوقایہ" کے بعض مسائل کی مختصراً توضیح ہے، جس میں امتحانِ ششماہی، سالانہ و داخلہ کے تقریباً پچیس سالوں کے سوالات کو حل کیا گیا ہے، جن سے طلبۂ عزیز بھرپور مستفید ہوسکیں گے۔

اور اس کتاب میں مندرجہ ذیل خصوصیات کا لحاظ بھی رکھا گیا ہے۔

(۱) عبارت باعراب لکھ کر معنی خیز ترجمہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

(۲) اختلاف الائمہ کی بالتفصیل تشریح کی گئی ہے۔

(۳) ہر نئی بات کے لئے عنوان قائم کیا گیا ہے، تاکہ مزید سہولت پیدا ہو جائے۔

نیز سوالات کو نقل کرنے میں کتاب کی ترتیب کا پورا لحاظ کیا گیا ہے، تاکہ طلبۂ عزیز کو سوالات ڈھونڈنے میں آسانی ہو۔

اخیر میں، میں اپنے مخلص دوستوں مثلاً: حسین احمد المدنی، عبدالرحمٰن مدھوبنی، ارشاد احمد آسامی، عبدالرحمٰن پونہ، عبدالحسیب ایم پی، حافظ ومولانا محمد اشتیاق انور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

صاحب ندوی ، مولانا وقاری محمد معصوم صاحب ندوی ، مولانا عبد الوہاب ثاقب صاحب ، حافظ محمد شمس قمر صاحب، محمد مبشر عالم ، محمد آصف ارریاوی ، محمد مجاہد اللہ بھاگلپوری ، محمد زاہد مئوی ، منظر اقبال دیناجپوری ، محمد خالد مظفر نگری ، کا بے حد ممنون ومشکور ہوں کہ ان حضرات کی شفقت ومحبت اور نیک مشوروں سے بندہ کا تعاون ہوا ، اورانہوں نے ہر موڑ پر میری حوصلہ افزائی کی ورنہ میری سستی وکم مائیگی کو یہ تیز رفتاری کب گوارہ ہوسکتی تھی۔

مجھے ہمہ وقت اپنی کم علمی کا اعتراف ہے، اس لئے قارئین کرام سے خامیوں پر مطلع فرمانے کی اور مستفید ہونے والے احباب سے دعائے خیر کی درخواست ہے۔

والسلام

دعاؤں کا طالب:

محمد تحسین فائز بن شیخ ڈاکٹر محمد داؤد صاحب حفظہ اللہ ورعاہ

مسکونہ اودا، پوسٹ چیرہ، جوکی ہاٹ، ضلع ارریہ (بہار)

شریک دورۂ حدیث شریف مادرِ علمی دار العلوم دیوبند

۱۳/ربیع الاول ۱۴۳۸ھ بروز منگل

رابطہ نمبر: 9045592991

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## شرح الوقایہ ص:٥١

فَفَرْضُ الْوُضُوْءِ غَسْلُ الْوَجْهِ مِنَ الشَّعْرِ إِلَى الْأُذُنِ وَاَسْفَلِ الذَّقْنِ وَالْيَدَيْنِ وَالرِّجْلَيْنِ مَعَ الْمِرْفَقَيْنِ وَالْكَعْبَيْنِ خِلَافاً لِزُفَرَ فَاِنَّ عِنْدَهُ لَا يَدْخُلُ الْمِرْفَقَانِ وَالْكَعْبَانِ فِي الْغُسْلِ لِاَنَّ الْغَايَةَ لَا تَدْخُلُ تَحْتَ الْمُغَيَّا وَنَحْنُ نَقُوْلُ اِنْ كَانَتِ الْغَايَةُ بِحَيْثُ لَوْ لَمْ تَدْخُلْ فِيْهَا كَلِمَةُ إِلىٰ لَمْ يَتَنَاوَلْهَا صَدْرُ الْكَلَامِ لَمْ تَدْخُلْ تَحْتَ الْمُغَيَّا كَالَّيْلِ فِي الصَّوْمِ وَاِنْ كَانَتْ بِحَيْثُ يَتَنَاوَلُهَا صَدْرُ الْكَلَامِ كَالْمُتَنَازَعِ فِيْهِ تَدْخُلُ تَحْتَ الْمُغَيَّا.

(الف) عبارت با اعراب لکھ کر ترجمہ کیں (ب) مطلب تحریر کریں، غایت اور مغیا کی مراد واضح کر کے چہرہ کی حدودِ اربعہ ذکر کریں، مرفقین و کعبین کے سلسلہ میں امام زفرؒ اور ائمہ ثلاثہ کے اقوال مع دلائل لکھیں۔

الجواب:

**(الف) ترجمہ:** چنانچہ وضوء کا فرض چہرہ کا دھونا ہے، بالوں سے کانوں تک اور ٹھوڑی کے نیچے تک، اور دونوں ہاتھ و دونوں پیروں کا کہنیوں اور ٹخنوں سمیت دھونا (وضو میں فرض ہے) امام زفرؒ کا اختلاف ہے کہ ان کے نزدیک کہنیاں اور ٹخنے غسل میں داخل نہیں ہیں، کیوں کہ غایت مغیا کے تحت میں داخل نہیں ہوتی، اور ہم یہ کہتے ہیں کہ اگر غایت ایسی ہو کہ اس میں کلمۂ الیٰ داخل نہ ہو تو صدرِ کلام اس کو شامل نہ ہو تو وہ مغیا کے تحت میں داخل نہیں ہوگی جیسے کہ رات روزہ میں، اور اگر غایت ایسی ہو کہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

صدرِ کلام اس کو شامل ہو جیسے کہ متنازع فیہ مسئلہ ہے تو وہ مغیا کے تحت میں داخل ہوگی۔

**(ب) تشریح:** مصنفؒ یہاں سے فرائض وضو کو بیان فرمار ہے ہیں چنانچہ سب سے پہلا فرض غسلِ وجہ ہے اور اس کی حد سر کے بالوں کے اگنے کی انتہاء سے کانوں تک ہے، لہٰذا عذار اور کانوں کے درمیان کا حصہ بھی غسل میں داخل ہوگا ،عذار کہتے ہیں داڑھی کی اس باریک لکیر کو جو کان کے قریب سے ہوکر سر کے بالوں سے جا کر مل جاتی ہے،لہٰذ اعذار اور کان کے درمیان میں جو تھوڑا سا حصہ ہوتا ہے اس کا دھونا بھی فرض ہوگا، یہی طرفینؒ اور ہمارے عام مشائخ کا مسلک ہے۔

**واسفل الذقن:** سر کے بالوں سے ٹھوڑی کے نیچے تک،اس سے چہرہ کے حدودِ اربعہ کی تکمیل ہوگئی کہ چہرہ کی حد طول میں سر کے بالوں کے اگنے کی انتہاء سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور عرض میں ایک کان سے دوسرے کان تک ہے، چنانچہ وضو میں ان تمام حصے کا دھونا فرض ہے۔

**والیدین والرجلین مع المرفقین والکعبین الخ:**

کہنیاں اور ٹخنے غسل میں داخل ہیں یا نہیں؟ اس میں ہمارا (ائمہ ثلاثہ) اور امام زفرؒ کا اختلاف ہے، ہم تو فرماتے ہیں کہ داخل ہیں، اور امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ داخل نہیں ہیں، ان کی دلیل یہ ہے کہ غایت مغیا میں داخل نہیں ہوتی جیسا کہ اگر کوئی کہے کہ میں نے اس دیوار سے اس دیوار تک یہ جگہ خرید لی تو اس میں دیوار داخل نہ ہوگی، اسی طرح اتموا الصیام إلی اللیل میں لیل داخل نہیں، اور ائمہ ثلاثہ کی دلیل یہ ہے کہ اگر غایت مغیا کی جنس سے ہے یعنی إلی کا ماقبل إلی کے مابعد کو شامل ہے تب تو غایت مغیا میں داخل ہوگی اور یہاں ایسا ہی ہے، لہٰذا مرفقین یدین اور کعبین رجلین میں داخل ہوں گے، کیوں کہ ید کا اطلاق بغلوں تک ہوتا ہے، جس میں کہنیاں بھی شامل ہوتی ہیں اور رجل کا اطلاق جانگوں تک ہوتا ہے جس میں ٹخنے بھی داخل ہیں۔

---

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

اور اگر غایت مغیا کی جنس سے نہ ہو یعنی اِلٰی کا ماقبل اِلٰی کے مابعد کو شامل نہ ہو تب غایت مغیا میں داخل نہ ہوگی، جیسے اتموا الصیام اِلی اللیل میں لیل صیام میں داخل نہ ہوگی، کیوں کہ یہاں اِلٰی کا ماقبل اِلٰی کے مابعد کو شامل نہیں ہے، نیز ہمارے اس مسلک کی تائید بعض نحویوں کے قول سے بھی ہوتی ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ اِلٰی کے بارے میں نحویوں کے چار مذاہب ہیں (۱) اِلٰی کا مابعد ماقبل میں داخل ہوگا مگر مجازاً (داخل نہ ہوگا) (۲) اِلٰی کا مابعد ماقبل میں داخل نہیں ہوگا مگر مجازاً (داخل ہوسکتا ہے) (۳) اشتراک یعنی داخل ہو بھی سکتا ہے اور نہیں بھی (۴) اگر اِلٰی کا مابعد ماقبل کی جنس سے ہو تو داخل ہوگا اور اگر ماقبل کی جنس سے نہ ہو تو داخل نہیں ہوگا، یہی چوتھا مذہب ہمارے مسلک کے موافق ہے۔

## شرح الوقایہ ص:۵۲

وَذَكَرَ شَمْسُ الْأَئِـمَّةِ الْـحَلْوَائِي: يَكْفِيهِ اَنْ يَبُلَّ مَا بَيْنَ الْعِذَارِ وَ الْأُذُنِ، وَلَايَجِبُ اِسَالَةُ الْمَاءِ عَلَيْهِ بِنَاءً عَلٰى مَا رُوِيَ عَنْ أَبِي يُوْسُفَ اَنَّ الْمُصَلِّيَ اِذَا بَلَّ وَجْهَهُ وَ اَعْضَاءَ وُضُوْئِهِ بِالْمَاءِ وَلَمْ يَسِلِ الْمَاءُ عَنِ الْعَضْوِ جَازَ لٰكِنْ قِيْلَ تَأْوِيْلُهُ اَنَّهُ سَالَ مِنَ الْعَضْوِ قَطْرَةً اَوْ قَطْرَتَانِ وَلَمْ يَتَدَارَكْ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) مطلب تحریر کریں، نیز ”لكن قيل تاويله الخ“ کی مراد بوضاحت لکھیں۔

الجواب:

(الف) ترجمہ: اور شمس الائمہ حلوائیؒ ذکر کیا کہ کافی ہے یہ کہ تر ہو جائے عذار اور اذن کا درمیانی حصہ اور واجب نہیں ہے اس پر پانی کا بہانا، بناء کرتے ہوئے اس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

بات پر کہ جو امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ مصلی جب اپنے چہرہ اور اعضاء وضو کو پانی سے تر کرلے اور پانی عضو سے نہ بہے تو جائز ہے، لیکن کہا گیا ہے کہ اس کی تاویل یوں ہے کہ قطرہ یا دو قطرہ ٹپک جائے مسلسل نہ بہے۔

(ب) **تشریح:** مصنفؒ نے "ففرض الوضوء غسل الوجه من ا لشعر" سے فرائض وضو کو ذکر کرنا شروع کیا اور سب سے پہلے فرض غسل وجہ کی حد بیان فرمائی کہ وضو کا پہلا فرض سر کے بالوں کے اگنے کی انتہاء سے کانوں تک چہرہ دھونا، لہذا اعذار اور کانوں کے درمیان کا حصہ بھی غسل میں داخل ہوگا، عذار کہتے ہیں داڑھی کی اس باریک لکیر کو جو کان کے قریب سے ہوکر سر کے بالوں سے جاکر مل جاتی ہے، لہذا اعذار اور کان کے درمیان میں جو تھوڑا سا حصہ ہوتا ہے اس کا دھونا بھی فرض ہوگا یہی طرفینؒ اور ہمارے عام مشائخ کا مسلک ہے۔

**وذکر شمس الائمة الحلوائی الخ:** اس سے پہلے مابین العذار والاذن کے بارے میں ابھی طرفینؒ اور ہمارے اکثر مشائخ کا مسلک بیان کیا گیا ہے وہ اس حصے کے غسل کو واجب قرار دیتے ہیں، اور یہاں غسل سے مراد اس طرح دھونا ہے کہ اس پر سے پانی بہہ جائے، لیکن شمس الائمہ حلوائیؒ فرماتے ہیں کہ: "ما بین العذار والاذن" اگر صرف تر ہی ہوجائے تو کافی ہے اس سے پانی کا بہانا واجب نہیں ہے اس مسئلہ کی بنیاد شمس الائمہ حلوائیؒ نے امام ابو یوسفؒ کے اس قول پر رکھی ہے کہ امام ابو یوسفؒ نے فرمایا ہے کہ اگر مصلی اپنے چہرہ اور اعضاء وضو کو تر کرے اور عضو سے پانی نہ بہے تو بھی وضو صحیح ہوجائے گا۔

**لکن قیل تاویله الخ:** بعض حضرات نے فرمایا کہ شمس الائمہ حلوائیؒ کا اس قول سے دلیل پکڑنا صحیح نہیں ہے، کیوں کہ امام ابو یوسفؒ کے اس قول کی مراد یہ ہے کہ پانی قطرہ دو قطرے ٹپک جائیں مسلسل نہ بہے، یہ مراد نہیں ہے کہ بالکل ہی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

قطرے نہ ٹپکیں، کیونکہ امام ابو یوسفؒ بھی غسل میں تقاطر شرط مانتے ہیں، چنانچہ وضو میں غسل وجہ فرض ہے اور وجہ (چہرہ) کی حد طول میں سر کے بالوں کے اگنے کی انتہاء سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور عرض میں ایک کان سے دوسرے کان تک ہے ان تمام حصے کا دھونا فرض ہے۔

**فائدہ** : فرض اس حکم کو کہتے ہیں جو دلیل قطعی سے ثابت ہو اور جس کا کرنا ضروری ہو اور جس کے کرنے پر ثواب اور نہ کرنے پر عتاب ہو۔

## شرح الوقایہ ص:۵۵

وَ اعْلَمْ اَنَّ الْمَفْرُوْضَ فِيْ مَسْحِ الرَّأْسِ اَدْنٰى مَا يُطْلَقُ عَلَيْهِ اِسْمُ الْمَسْحِ وَهُوَ شَعْرَةٌ اَوْ ثَلٰثُ شَعَرَاتٍ عِنْدَ الشَّافِعِيِّؒ عَمَلاً بِاِطْلَاقِ النَّصِّ وَ عِنْدَ مَالِكٍؒ اَلْاِسْتِيْعَابُ فَرْضٌ كَمَا فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى: فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَعِنْدَنَا رُبْعُ الرَّأْسِ وَقَدْ ذَكَرُوْا اَنَّهٗ اِذَا قِيْلَ مَسَحْتُ الْحَائِطَ بِيَدِيْ يُرَادُ بِهٖ كُلُّهٗ وَ اِذَا قِيْلَ مَسَحْتُ بِالْحَائِطِ يُرَادُ بِهٖ بَعْضُهٗ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے (ب) مطلب بیان کیجئے اور اختلافِ ائمہ مع دلائل لکھئے، نیز ربع رأس کے مسح کی فرضیت پر کوئی نقلی دلیل بھی پیش کیجئے۔

**الجواب**

**(الف) ترجمہ** : اور جان لو کہ مسح رأس میں فرض امام شافعیؒ کے نزدیک کم از کم وہ مقدار ہے جس پر لفظ مسح کا اطلاق ہو سکتا ہے اور وہ ایک بال یا تین بال ہیں نص کے مطلق ہونے پر عمل کرتے ہوئے، اور امام مالکؒ کے نزدیک استیعاب یعنی پورے سر کا مسح کرنا فرض ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول "فامسحوا بوجوھکم"

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

میں (پورے چہرے کا مسح فرض ہے) اور ہمارے نزدیک چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض ہے اور علماء احناف نے بطور دلیل کے یہ بات ذکر کی ہے کہ جب مسحت الحائط بیدی کہا جاتا ہے تو اس سے پوری دیوار مراد ہوتی ہے اور اگر مسحت بالحائط کہا جائے تو اس سے دیوار کا کچھ حصہ مراد ہوتا ہے۔

**(ب) تشریح: "واعلم ان المفروض الخ"** سے مصنفؒ مسح راس کی مقدار میں ائمہ کا اختلاف بیان فرمارہے ہیں، امام شافعیؒ کے نزدیک ایک یا تین بال کا مسح کرنا فرض ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ آیت میں مسح راس بغیر کسی قید کے مطلق استعمال ہوا ہے اور "المطلق یجری علی اطلاقه" کے قاعدہ کے تحت مطلق سر کا مسح فرض ہوگا اور اس کی ادنی مقدار ایک یا تین بال پر مسح کرنے سے فرض مسح ادا ہوجائے گا، امام مالکؒ کے نزدیک پورے سر کا مسح کرنا فرض ہے ان کی دلیل یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کے قول "فامسحوا بوجوهكم" میں پورے چہرے کا مسح کرنا بالاتفاق فرض ہے اسی طرح یہاں بھی پورے سر کا مسح کرنا فرض ہوگا، اور احناف کے نزدیک چوتھائی سر کا مسح کرنا فرض ہے احناف کی نقلی دلیل یہ ہے کہ آیت مقدارِ مسح میں مجمل ہے اور مجمل بیان کا محتاج ہوتا ہے چنانچہ حدیث مغیرہ اس کا بیان ہوگی، وہ حدیث یہ ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم توضأ ومسح علیٰ ناصیته، کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو فرمایا اور مقدارِ ناصیہ پر مسح کیا، اور مقدارِ ناصیہ ربع رأس ہوتا ہے لہذا ربع رأس کا مسح فرض ہوگا، اس کے علاوہ مصنفؒ نے ایک عقلی دلیل بھی پیش کی کہ جب "مسحت الحائط بیدی" کہا جائے تب تو اس سے پوری دیوار مراد ہوتی ہے اور اگر "مسحت بالحائط" کہا جائے تو اس سے پوری دیوار مراد نہیں ہوتی، دیوار کا کچھ حصہ مراد ہوتا ہے، کیوں کہ "باء" میں اصل یہ ہے کہ وہ وسائل پر داخل ہوتی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ہے اور وسائل چونکہ غیر مقصود ہوتے ہیں لہذا ان کا استیعاب مراد نہیں ہوتا ہے بلکہ اتنا ہی حصہ مراد ہوتا ہے جس سے مقصود کا حاصل ہونا ممکن ہو لہذا جب باء محل پر داخل ہوگی تو اس صورت میں محل وسائل کی طرح ہو جائے گا جس کی وجہ سے محل کا استیعاب ثابت نہ ہوگا بلکہ بعض ثابت ہوگا جو حدیث مشہورہ کی بناء پر مقدار ناصیہ یعنی ربع راس ہوگا لہذا ربع راس ہی کا مسح فرض ہوگا۔ (شرح الوقایہ ص:۵۵ حاشیہ ۱۰)

**مسئلہ**: اگر کسی عضو پر مسح کرنے کے بعد تری باقی رہ جائے تو اس سے سر کا مسح کرنا صحیح نہیں ہے کیوں کہ مسح میں جب ہاتھ کو کسی عضو پر پھیر لیا جائے تو ہاتھ میں جو تری ہے وہ مستعمل ہو جاتی ہے اور ماء مستعمل سے پاکی حاصل نہیں ہوتی ہے۔

## شرح الوقایہ ص:۵۷

وَ اَمَّا نَفْيُ مَذْهَبِ الشَّافِعِيِّ فَمَبْنِيٌّ عَلٰى اَنَّ الْاٰيَةَ مُجْمَلَةٌ فِيْ حَقِّ الْمِقْدَارِ لَا مُطْلَقَةٌ كَمَا زَعَمَ لِاَنَّ الْمَسْحَ فِي اللُّغَةِ اِمْرَارُ الْيَدِ الْمُبْتَلَّةِ وَلَا شَكَّ اَنَّ مُمَاسَّةَ الْاَنْمِلَةِ شَعْرَةً اَوْ ثَلَاثاً لَا تُسَمّٰى مَسْحَ الرَّأْسِ وَاِمْرَارُ الْيَدِ يَكُوْنُ لَهٗ حَدٌّ وَهُوَ غَيْرُ مَعْلُوْمٍ فَيَكُوْنُ مُجْمَلاً وَلِاَنَّهٗ اِذَا قِيْلَ مَسَحْتُ بِالْحَائِطِ يُرَادُ بِهِ الْبَعْضُ وَفِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى (فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ) اَلْكُلَّ فَيَكُوْنُ الْاٰيَةُ فِي الْمِقْدَارِ مُجْمَلَةً فَفِعْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنَّهٗ مَسَحَ عَلٰى نَاصِيَتِهٖ يَكُوْنُ بَيَاناً لَهٗ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) مسح رأس کے سلسلہ میں ائمہ ثلاثہ کا مسلک بیان کر کے احناف کا مسلک دلیل سے ثابت کریں (ج) عبارت میں امام شافعیؒ کے مسلک کی جو تردید کی گئی ہے اس کی وضاحت کریں، اور مجمل

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ومطلق کے مابین فرق واضح کریں۔

الجواب:

**(الف) ترجمہ** : اور رہی امام شافعیؒ کے مذہب کی نفی تو وہ مبنی ہے اس بات پر کہ آیت وضو مقدارِ مسح کے حق میں مجمل ہے نہ کہ مطلق جیسا کہ امام شافعیؒ نے گمان کر لیا ہے، اس لئے کہ لغت میں مسح، تر ہاتھ پھیرنے کو کہتے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ انگلیوں سے ایک بال یا تین بالوں کو چھو لینا مسح رأس نہیں کہلاتا ہے، اس لئے امرار ید کی ایک حد ہونی چاہئے اور وہ معلوم نہیں ہے لہذا یہ آیت مجمل ہوگی اور اس وجہ سے بھی کہ جب **مسحت بالحائط** کہا جائے تو اس سے بعض مراد ہوتا ہے، برخلاف اللہ تعالیٰ کے قول "**فامسحوا بوجوهكم**" میں کہ یہاں کل مراد ہے، پس یہ آیت وضو مسح راس کی مقدار میں مجمل ہوگی، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل کہ آپ علیہ السلام نے ناصیہ پر مسح کیا اس مجمل کا بیان ہوگا۔

(ب) مسح راس کے سلسلہ میں ائمہ ثلاثہ کا مسلک مع دلائل کے ماقبل میں بیان کیا جاچکا ہے برائے کرم ملاحظہ کرلیں۔

(ج) **واما نفی مذهب الشافعیؒ الخ**: مصنفؒ یہاں سے امام شافعیؒ کے مسلک کی تردید کر رہے ہیں کہ آپ نے جس آیت کو مطلق مان کر ایک بال یا تین بالوں پر مسح کرنے کو فرض قرار دیا ہے آپ کا آیت کو مطلق ماننا غلط ہے، بلکہ یہ آیت مقدارِ مسح میں مجمل ہے نہ کہ مطلق، اس وجہ سے کہ یہ بات تو بالکل ظاہر ہے کہ انگلی سے ایک بال یا تین بالوں کو چھو لینا مسح نہیں کہلاتا، کیوں کہ مسح تو امرار ید کا نام ہے لیکن امرار ید کی ایک حد ہونا ضروری ہے اور وہ معلوم نہیں ہے، لہذا یہ آیت مجمل ہوئی نہ کہ مطلق، پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

مقدارِ ناصیہ پر مسح کیا اس مجمل کا بیان ہو جائے گا اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ اگر ایک بال یا تین بالوں پر مسح کافی ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیات طیبہ میں کبھی تو اس پر عمل کر کے دکھلاتے، لیکن مقدارِ ناصیہ سے کم پر مسح کرنے کی کوئی روایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے ہی نہیں۔

مسح کی تعریف: اِصَابَۃُ الْیَدِ الْمُبْتَلَّۃِ الْعَضْوَ. یعنی تر ہاتھ کو عضو پر پھیرنے کا نام مسح ہے۔

## مجمل اور مطلق کے مابین فرق

والفرق بين المجمل والمطلق ان المجمل مجهول المراد حتى ياتى البيان من المتكلم موصولاً ومفصولاً فاذا جاء البيان التحق ذلك باصله وصار المجمل حينئذٍ مفيداً لِمَا أُريد منه .

والمطلق معلوم المراد مجهول الكيفية غير محتاج إلى البيان ،وحكمه انه يحمل على الاقل المتيقن الا ان يدل دليل علىٰ خلافه.

اور مطلق کا حکم یہ ہے کہ وہ اقل یقینی پر محمول ہوتا ہے، مگر کوئی ایسی دلیل ہونی چاہیے جو اس کے خلاف دلالت کرے۔ (شرح الوقایہ ص:۵۷ حاشیہ/۲)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

## شرح الوقایہ ص:۵۸

وَسُنَّتُهُ لِلْمُسْتَيْقِظِ غَسْلُ يَدَيْهِ إِلَى رُسْغَيْهِ ثَلٰثاً قَبْلَ إِدْخَالِهِمَا الْإِنَاءَ هٰذَا الْغَسْلُ عِنْدَ بَعْضِ الْمَشَائِخِ سُنَّةٌ قَبْلَ الْاِسْتِنْجَاءِ وَعِنْدَ الْبَعْضِ بَعْدَهُ وَعِنْدَ الْبَعْضِ قَبْلَهُ وَبَعْدَهُ جَمِيْعاً.

(الف) عبارت باعراب لکھ کر ضمیروں کے مراجع ظاہر کرتے ہوئے ترجمہ ومطلب لکھیں (ب) نیز پانی کے برتن صغیر وکبیر ہونے کے اعتبار سے شارحؒ نے غسل ید کی جو کیفیت بیان کی ہے اس کو واضح کریں، اور اگر ہاتھ پر نجاست لگی ہو تو اس کا دور کرنا سنت ہے یا فرض؟ بوضاحت لکھیں۔

الجواب:

(الف) ترجمہ: اور وضو کی سنت نیند سے بیدار ہونے والے کے لئے یہ ہے کہ وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو گٹوں تک تین دفعہ دھوئے، اپنے دونوں ہاتھوں کو برتن میں داخل کرنے سے پہلے، یہ دھونا بعض مشائخ کے نزدیک استنجاء سے پہلے سنت ہے، بعض کے نزدیک استنجاء کے بعد اور بعض کے نزدیک استنجاء سے پہلے اور بعد میں دونوں مرتبہ سنت ہے۔

**تشریح:** مصنف علیہ الرحمہ فرائض وضو سے فارغ ہونے کے بعد سنن وضو کا تذکرہ فرما رہے ہیں، چنانچہ فرمایا کہ اگر سونے والا نیند سے بیدار ہوا تو برتن میں ہاتھ داخل کرنے سے پہلے اس کو گٹوں تک دھو لینا سنت ہے، البتہ اس بارے میں مختلف روایتیں ہیں کہ ہاتھ کب دھوئے؟ استنجاء سے پہلے یا بعد میں۔ بعض مشائخ یہ فرماتے ہیں کہ استنجاء سے پہلے ہی دھولے، بعض یہ فرماتے ہیں کہ استنجاء کے بعد وضو سے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

پہلے دھوئے اور بعض یہ فرماتے ہیں کہ استنجاء سے پہلے اور بعد میں دونوں دفعہ دھونا چاہئے اور یہی قول زیادہ صحیح ہے جیسا کہ محیط میں ہے کہ یہ قول تینوں اقوال میں اصح ہے، اس کی اصل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ہے کہ آپؐ نے اپنے دستِ مبارک کو برتن میں داخل کرنے سے پہلے دھویا پھر شرمگاہ کو دھویا پھر دونوں ہاتھوں کو مٹی سے صاف فرمایا پھر دونوں ہاتھوں کو دھویا اس کے بعد باقاعدہ نماز کے لئے وضو فرمایا۔ (انتہی ۱۲)

(ب) پانی کے برتن صغیر و کبیر ہونے کے اعتبار سے غسل یدین کی کیفیت یہ ہے کہ اگر برتن چھوٹا ہو اور اس کو اٹھانا ممکن ہو تو اس کو اپنے بائیں ہاتھ سے اٹھائے اور اس سے دائیں ہتھیلی پر پانی بہائے اور اس کو تین مرتبہ دھولے اور پھر دائیں ہاتھ سے بائیں ہتھیلی پر پانی بہائیں اور اس کو تین مرتبہ دھولے، اور اگر برتن اتنا بڑا ہو کہ اس کو اٹھانا ممکن نہ ہو تو اگر اس کے ساتھ چھوٹا برتن ہے تو اس چھوٹے برتن سے پانی لے اور بائیں ہاتھ سے اٹھا کر دائیں ہتھیلی پر پانی بہائے اور اس کو تین مرتبہ دھوئے اور اگر چھوٹا برتن نہ ہو جس سے پانی لے سکے تو اس کی صورت یہ ہے کہ بائیں ہاتھ کی انگلیوں کو ایک ساتھ ملالے اور چمچہ نما بنالے اور ان کو برتن میں اس طرح داخل کرے کہ ہتھیلی داخل نہ ہو اور صرف انگلیوں سے پانی لے کر دائیں ہاتھ پر پانی ڈالے اور اس کو تین مرتبہ دھولے پھر اپنے دائیں ہاتھ کو برتن میں جتنا داخل کرنا چاہے داخل کرلے۔

**نوٹ:** یہ تمام صورتیں اور غسل ید کا سنت ہونا اس صورت میں ہے جب کہ اس کو ہاتھ پر نجاست ہونے کا علم نہ ہو جیسا کہ عام حالت ہوتی ہے، لیکن اگر کسی کو احتلام یا دوسری ناپاکی وغیرہ لگ جائے تو اس صورت میں یہ ہوسکتا ہے کہ اس کے ہاتھ کو منی وغیرہ لگ گئی ہو تو ایسی صورت میں ہاتھوں کا دھونا فرض ہوگا اس طریقے پر کہ برتن

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

وغیرہ کو ہاتھ لگا کر برتن کو ناپاک نہ کر دے۔

## شرح الوقایہ ص:۵۹

وَ تَسْمِيَةُ اللّٰهِ تَعَالٰى اِبْتِدَاءً وَ السِّوَاكُ وَ الْمَضْمَضَةُ بِمِيَاهٍ وَ الْاِسْتِنْشَاقُ بِمِيَاهٍ وَ اِنَّمَا قَالَ بِمِيَاهٍ وَلَمْ يَقُلْ ثَلَاثًا لِيَدُلَّ عَلٰى اَنَّ الْمَسْنُوْنَ التَّثْلِيْثُ بِمِيَاهٍ جَدِيْدَةٍ وَاِنَّمَا كَرَّرَ قَوْلَهُ بِمِيَاهٍ لِيَدُلَّ عَلٰى تَجْدِيْدِ الْمَاءِ لِكُلٍّ مِنْهُمَا خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ فَاِنَّ الْمَسْنُوْنَ عِنْدَهُ اَنْ يُمَضْمِضَ وَ يَسْتَنْشِقَ بِغُرْفَةٍ وَاحِدَةٍ ثُمَّ هٰكَذَا ثُمَّ هٰكَذَا.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ لکھیں (ب) مطلب بیان کرتے ہوئے مضمضہ اور استنشاق کے مرادی معنی لکھیں، نیز احناف اور شوافع کے درمیان ان دونوں کے عمل میں کیا فرق ہے مفصل تحریر کریں۔

الجواب:

(الف) ترجمہ: اور وضو کے شروع میں بسم اللہ کہنا اور مسواک کرنا اور الگ الگ پانیوں سے کلی کرنا، اور مختلف پانیوں سے ناک میں پانی پہنچانا۔ اور مصنفؒ نے بمیاہ فرمایا ثلاثاً نہیں فرمایا، تاکہ کلام اس بات پر دلالت کرے کہ تثلیث جو مسنون ہے وہ نئے پانیوں سے ہے اور بمیاہ کو اس لئے مکرر لائے تاکہ وہ اس بات پر دلالت کرے کہ مضمضہ اور استنشاق میں سے ہر ایک کے لئے نیا پانی ہو، اس میں امام شافعیؒ کا اختلاف ہے کہ ان کے نزدیک ایک ہی چلو سے کلی کرنا اور ناک میں پانی پہنچانا سنت ہے، پھر اسی طرح دوسری مرتبہ، پھر اسی طرح تیسری مرتبہ۔

(ب) تشریح: المضمضة هي استيعاب الماء جميع الفم یعنی پورے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

منہ میں پانی کوحرکت دینا، والا ستنشاق وھو ایصال الماء الی الانف ۔

(بحاشیہ شرح الوقایہ)

اس سے پہلے دونوں ہاتھوں کا گٹوں تک دھونا تو وضو پر مقدم تھا، اب یہاں سے مصنفؒ اصل وضو کی سنتیں بیان فرمارہے ہیں کہ جب وضو شروع کرے تو اللہ کے نام سے شروع کرے اور تسمیہ کی دو صورتیں ہیں (۱) یا تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کہہ لے (۲) یا بسم اللہ العظیم و الحمد للہ علی دین الاسلام کہہ لے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دونوں طرح کی روایتیں وارد ہیں، البتہ تسمیہ کے حکم میں ہمارے اصحاب میں اختلاف ہے بعض اس کو مستحب کہتے ہیں، یہ قول ضعیف ہے، بعض اس کو سنت مؤکدہ کہتے ہیں، یہی ہمارے اکثر اصحاب کا قول ہے اور بعض اس کو واجب قرار دیتے ہیں۔

شارحؒ "وانما قال بمیاہ الخ" سے یہ بتلانا چاہ رہے ہیں کہ صاحبِ وقایہ نے بمیاہٍ کیوں کہا ثلثاً کیوں نہیں کہا جیسا کہ عام مصنفین کی عادت ہے، تو فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ مضمضہ واستنشاق میں تثلیث جو مسنون ہے وہ ہر مرتبہ نئے پانی سے ہے اور ثلثاً کہنے میں یہ بات صاف طور پر واضح نہیں ہوتی اس لئے بمیاہٍ کہا کیوں کہ میاہ جمع ہے اور جمع کے افراد متغایر ہوتے ہیں جس سے ہر مرتبہ نئے پانی کا ہونا سمجھ میں آجاتا ہے اور مضمضہ واستنشاق کے ساتھ میاہ کو اس لئے مکرر لائے ہیں تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ مضمضہ کے لئے الگ پانی ہو اور استنشاق کے لئے الگ پانی ہو دونوں ایک ہی پانی سے نہ ہوں، اسی پر احناف کا عمل ہے، برخلاف امام شافعیؒ کے کیوں کہ ان کے نزدیک مسنون یہ ہے کہ ایک ہی چلو سے کلی بھی کرے اور ناک میں بھی پانی پہنچائے اور اسی طرح تین مرتبہ کرے یعنی تین چلو پانی ہو اور ہر چلو سے ایک بار کلی کرے اور ایک بار ناک میں پانی پہنچائے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

## شرح الوقایہ ص:٦١

فَاِنْ قِيْلَ مِثْلُ هٰذَا الْكَلَامِ يَتَأَتّٰى فِيْ جَمِيْعِ الْعِبَادَاتِ فَلَا دَلَالَةَ لَهُ عَلٰى اِشْتِرَاطِ النِّيَّةِ فِي الْعِبَادَاتِ وَذٰلِكَ بَاطِلٌ فَاِنَّ الْمُتَمَسَّكَ فِيْ اِشْتِرَاطِ النِّيَّةِ فِي الْعِبَادَاتِ هٰذَا الْحَدِيْثُ قُلْنَا نُقَدِّرُ الثَّوَابَ لٰكِنَّ الْمَقْصُوْدَ فِي الْعِبَادَاتِ الْمَحْضَةِ الثَّوَابُ فَاِذَا خَلَتْ عَنِ الْمَقْصُوْدِ لَا يَكُوْنُ لَهَا صِحَّةٌ لِاَنَّهَا لَمْ تُشْرَعْ اِلَّا مَعَ كَوْنِهَا عِبَادَةً بِخِلَافِ الْوُضُوْءِ اِذْ لَيْسَ هُوَ عِبَادَةً مَّقْصُوْدَةً.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے (ب) سوال وجواب کو واضح انداز میں سمجھایئے، اور بتایئے کہ بغیر نیت کے وضو سے نماز صحیح ہوتی ہے یا نہیں؟

**الجواب:**

**(الف) ترجمہ**: پس اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ بات تو تمام عبادتوں میں صادق آتی ہے، پس اس صورت میں یہ حدیث کسی بھی عبارت میں نیت کے شرط ہونے پر دلالت نہیں کرے گی، حالانکہ یہ باطل ہے، کیونکہ عبادتوں میں نیت کے شرط ہونے پر اسی حدیث کو دلیل بنایا جاتا ہے، تو ہم اس کا جواب دیں گے کہ ہم ثواب ہی کو مقدر مانتے ہیں لیکن چوں کہ عبادات محضہ میں ثواب ہی مقصود ہوتا ہے پس جب وہ عبادتیں مقصود سے خالی ہوگئیں تو ان کی صحت کا حکم بھی نہیں ہوگا، کیوں کہ ان کو صرف عبادت ہونے کی حیثیت سے ہی مشروع کیا گیا ہے، برخلاف وضو کے کیوں کہ وضو عبادتِ مقصودہ نہیں ہے۔

**(ب) تشریح**: نیت دل کے ارادہ کو کہتے ہیں یعنی دل سے وضو کرنے کا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ارادہ کرے، یا حدث کے دور کرنے کا ارادہ کرے یا کسی ایسی عبادت کا ارادہ کرے جو بغیر طہارت کے صحیح نہ ہوتی ہو اور قرآنی ترتیب کے مطابق وضو کرے یعنی پہلے چہرہ دھوئے پھر ہاتھ دھوئے پھر سر کا مسح کرے پھر پیر دھوئے، نیت اور ترتیب ہمارے نزدیک سنت ہے، لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک فرض ہے، دلیل "انما الاعمال بالنیات" والی حدیث ہے، احناف کی طرف سے اس حدیث کا جواب بھی دیا جا چکا ہے، خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حدیث میں یا تو ثواب یا حکم اخروی کو مقدر مانا جائے تو اس صورت میں وضو میں نیت نہ ہو تو ثواب کی تو نفی ہوگی لیکن صحت کی نفی نہیں ہوگی، اسی پر فان قیل الخ سے یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ یہ بات تو تمام عبادتوں پر صادق آتی ہے، دوسری عبادتوں میں بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر نیت نہ ہو تو ثواب نہ ملے گا لیکن عبادت تو صحیح ہو جائے گی، چنانچہ یہ حدیث کسی بھی عبادت میں نیت کے شرط ہونے پر دلالت نہیں کرے گی، حالاں کہ یہ باطل ہے، کیوں کہ بالاتفاق سبھی جس میں آپ (احناف) بھی شامل ہیں، اسی حدیث کو دلیل بنا کر دوسری عبادتوں میں نیت کو شرط قرار دیتے ہیں، فما الجواب ایها الاحناف؟

اس کے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ وضو میں نیت کے شرط نہ ہونے سے دوسری عبادتوں میں نیت کا شرط نہ ہونا لازم نہیں آتا بلکہ دوسری عبادتوں میں نیت شرط ہوگی کیوں کہ عبادتیں دو طرح کی ہیں، ایک تو عباداتِ مقصودہ ہے جو مقصود بالذات ہوتی ہیں اور ان کی غرض صرف حصولِ ثواب ہوتی ہے جیسے کہ نماز، روزہ، حج وغیرہ، اور دوسری عباداتِ غیر مقصودہ ہیں جو مقصود بالذات نہیں ہوتی ہیں بلکہ کسی اور عبادت کے لئے شرط ہوتی ہیں جیسے وضو، جگہ، کپڑے کی پاکی وغیرہ، اور ان کی اصل غرض تو کسی دوسری عبادت کے لئے وسیلہ ہونا ہوتی ہے اور ساتھ میں ثواب بھی مقصود ہوتا ہے، اب جب کہ ہم نے "انما الاعمال بالنیات" میں ثواب کو مقدر مانا تو اگر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

عبادت مقصودہ میں نیت نہ ہوتو حدیث کی رو سے ثواب کی نفی ہو جائے گی اور جب ثواب کی نفی ہوئی تو صحت کی بھی نفی ہو جائے گی، کیوں کہ صحت کہتے ہیں "اتیان الشئ حسب ما شرع له" کو اور عبادات مقصودہ ثواب ہی کے لئے مشروع ہوئی ہیں تو جب ثواب نہ ہوگا تو صحت کا حکم بھی نہیں لگے گا، لہذا عبادات مقصودہ کی صحت کے لئے نیت شرط ہوگی۔

اور عبادات غیر مقصودہ نیت کے نہ ہونے کی بناء پر اگر ثواب سے خالی بھی ہوں تب بھی ان کی صحت کے حکم میں کوئی خلل واقع نہ ہوگا، جیسا کہ وضو ہے کہ اگر نیت نہ ہوتو ثواب نہیں ملے گا لیکن مفتاح صلوٰۃ ہونے کے اعتبار سے صحیح ہوگا اور اس سے نماز درست ہوگی۔

## شرح الوقایہ ص:۶۲

اَمَّا التَّرْتِيْبُ فَلِقَوْلِهٖ تَعَالٰى: "فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ" فَيُفْرَضُ تَقْدِيْمُ غَسْلِ الْوَجْهِ فَيُفْرَضُ تَقْدِيْمُ الْبَاقِيْ مُرَتَّباً لِاَنَّ تَقْدِيْمَ غَسْلِ الْوَجْهِ مَعَ عَدَمِ التَّرْتِيْبِ فِي الْبَاقِيْ خِلَافُ الْإِجْمَاعِ، قُلْنَا: اَلْمَذْكُوْرُ بَعْدَهٗ حَرْفُ الْوَاوِ فَالْمُرَادُ فَاغْسِلُوْا هٰذَا الْمَجْمُوْعَ فَلَا دَلَالَةَ لَهٗ عَلٰى تَقْدِيْمِ غَسْلِ الْوَجْهِ، وَاِنْ سُلِّمَ فَمَتٰى اِسْتَدَلَّ الْمُجْتَهِدُ بِهٰذِهِ الْآيَةِ لَمْ يَكُنِ الْاِجْمَاعُ مُنْعَقِداً.

(الف) عبارت با اعراب مع ترجمہ لکھئے (ب) ترتیب فی الوضوء میں ائمہ کرام کا مسلک مع دلائل لکھئے، آیت سے ترتیب کی فرضیت پر کئے گئے استدلال کی وضاحت کیجئے، کتاب میں ذکر کردہ دونوں جوابوں کو سمجھ کر لکھئے (ج) "وان سلم

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

الــــخ" سے شارح کیا کہنا چاہتے ہیں؟ وضاحت کیجئے، نیز اجماع کی تعریف بھی لکھئے۔

الجواب

**(الف) ترجمہ**: اور (امام شافعیؒ کے نزدیک) ترتیب کا فرض ہونا اللہ تعالیٰ کے قول "فاغسلوا وجوھکم" کے ذریعہ ہے، کیوں کہ جب غسلِ وجہ کو مقدم کرنا فرض ہوگا تو باقی اعضاء کا بھی ترتیب وار مقدم کرنا فرض ہوگا، اس لئے کہ غسلِ وجہ کی تقدیم کو مان لینا اور باقی اعضاء میں ترتیب کو نہ ماننا اجماع کے خلاف ہے، جواباً ہم کہتے ہیں کہ اس (غسلِ وجہ کے حکم) کے بعد حرف واؤ مذکور ہے، پس اس سے مراد اس تمام مجموعہ کا دھونا ہے، پس اس آیت کی تقدیم غسل وجہ پر دلالت نہ ہوگی، اور اگر یہ بات تسلیم کر بھی لی جائے (کہ آیت تقدیم غسل وجہ پر دلالت کرتی ہے) تو جب امام شافعیؒ نے اس آیت سے استدلال کیا اس وقت اجماع منعقد نہیں تھا۔

**(ب) تشــــریح**: امام شافعیؒ وضو میں ترتیب کو بھی فرض قرار دیتے ہیں، ان کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے "اذا قمتم إلی الصلوٰة فاغسلوا الخ" فرمایا ہے اور فاء تعقیب کے لئے آتا ہے اور تعقیب ترتیب کے معنی پر دلالت کرتا ہے، پس آیت میں ارادۂ قیام إلی الصلاۃ اور غسل وجہ میں ترتیب ثابت ہوئی۔ اور جب غسلِ وجہ میں ترتیب ثابت ہوئی تو باقی اعضاء میں بھی ترتیب ثابت ہوگی، کیوں کہ غسلِ وجہ میں ترتیب ثابت ہوئی تو باقی اعضاء میں بھی ترتیب ثابت ہوگی، کیوں کہ غسلِ وجہ میں ترتیب کو ماننا اور باقی اعضاء میں ترتیب کو نہ ماننا خلافِ اجماع ہے، کیوں کہ اس صورت میں وضوء کے اعضاء غسل میں فصل لازم آئے گا، اور فصل کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

اور ہماری دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول "فاغسلوا وجوهكم وايديكم" میں واؤ مذکور ہے اور اہل لغت کا اس پر اجماع ہے کہ واؤ مطلق جمع کے لئے آتا ہے پس مراد یہ ہوگا کہ اس تمام کے مجموعہ کو دھوؤ، پس اگر فاء کے ذریعہ سے ترتیب ثابت بھی ہوگی تو ارادۂ صلوٰۃ اور اس مجموعہ کے غسل کے درمیان ہوگی، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول : يا ايها الذين آمنوا إذا نودی للصلوٰة من يوم الجمعة فاسعوا إلى ذكر الله وذرو البيع : میں کوئی بھی سعی اِلی ذکر اللہ اور ترکِ بیع میں ترتیب کو فرض قرار نہیں دیتا۔

(ج) **وان سلّم الخ:** سے امام شافعیؒ کے استدلال کا جواب دیا جا رہا ہے کہ سب سے پہلے تو ہمیں یہ تسلیم ہی نہیں ہے کہ یہاں ترتیب ثابت ہو رہی ہے، لیکن بفرضِ محال اگر تسلیم کر بھی لیا جائے کہ تقدیم غسل وجہ کا ثبوت ہو رہا ہے، لیکن اس پر ہمارا اور شوافع کا اجماع تو منعقد نہیں ہوا، لہذا یہ کہنا کہ غسل وجہ کو مقدم ماننا اور بقیہ اعضاء میں ترتیب کو نہ ماننا خلافِ اجماع ہے یہ غلط ہے، لہذا امام شافعیؒ کا یہ استدلال بلا دلیل ہے، اور استدلال اجماع سے نہیں بلکہ محض اپنے گمان سے ہے۔

**اجماع کی تعریف:** نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد امتِ محمدیہ کے تمام مجتہدین صالحین کا کسی بھی زمانہ میں کسی حکمِ شرعی پر اتفاق کر لینا، اتفاق خواہ قول سے ہو یا عمل سے ہو یا اعتقاد سے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

# شرح الوقایہ ص:۶۴

وَ مُسْتَحَبُّهُ التَّيَامُنُ اَيِ الْاِبْتِدَاءُ بِالْيَمِيْنِ فِيْ غَسْلِ الْاَعْضَاءِ، فَاِنْ قُلْتَ لَا شَكَّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاظَبَ عَلَى التَّيَامُنِ وَلَمْ يَرْوِ أَحَدٌ اَنَّهُ بَدَأَ بِالشِّمَالِ فَيَنْبَغِيْ اَنْ يَّكُوْنَ سُنَّةً ؛ قُلْتُ السُّنَّةُ مَا وَاظَبَ النَّبِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَيْهِ مَعَ التَّرْكِ أَحْيَاناً فَاِنْ كَانَتِ الْمُوَاظَبَةُ عَلٰى سَبِيْلِ الْعِبَادَةِ فَسُنَنُ الْهُدٰى، وَاِنْ كَانَتْ عَلٰى سَبِيْلِ الْعَادَةِ فَسُنَنُ الزَّوَائِدِ ...... وَكَلَا مُنَافِيْ الْاَوَّلِ ، وَمُوَاظَبَتُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى التَّيَامُنِ كَانَتْ مِنْ قَبِيْلِ الثَّانِيْ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) ''فان قلت الخ'' سے مذکور سوال اور اس کے جواب کی وضاحت کریں، پھر سنن الھدی اور سنن زوائد کی مثالیں بھی پیش کریں۔

**الجواب:**

(الف) ترجمہ: اور وضو کا مستحب تیامن ہے، یعنی اعضاء کو دھونے میں دائیں طرف سے ابتداء کرنا، پس اگر تو کہے تو اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ تیامن پر مواظبت کی ہے اور کسی نے بھی یہ روایت نہیں کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بائیں جانب سے شروع کیا ہو، لہذا مناسب تھا کہ تیامن کو سنت قرار دیا جاتا، تو میں جواب دوں گا کہ سنت وہ ہے جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مواظبت فرمائی ہو کبھی کبھی چھوڑ کر پس اگر یہ مواظبت بطور عبادت کے ہو تب تو یہ سنن ہدیٰ ہے، اور اگر بطور عادت کے ہو تو وہ سنن زوائد ہے...... اور ہمارا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

کلام پہلی صورت کے بارے میں ہے (جو کہ سنت ہے نہ کہ مستحب) اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تیامن پر مواظبت دوسری قسم کے قبیل سے ہے۔

(ب) تشریح: مصنفؒ یہاں سے مستحباتِ وضو کا ذکر فرما رہے ہیں مستحب ان افعال کو کہتے ہیں جن کا ذکر کرنا مطلوب تو ہو لیکن ان کے نہ کرنے پر کوئی عقاب نہ ہو، مستحبات وضو میں مصنفؒ نے دو چیزوں کو ذکر فرمایا (۱) تیامن (۲) مسح رقبہ۔

**فان قلت الخ**: تیامن کے مستحب ہونے پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اس کو سنت ہونا چاہئے کیوں کہ تیامن پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ مواظبت فرمائی ہے۔ اور اس بارے میں ایک بھی روایت نہیں ملتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بائیں جانب سے شروع کیا ہو، تو اس کے جواب میں مصنفؒ فرما رہے ہیں کہ جن افعال پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مع الترک احیاناً مواظبت فرمائی ہے وہ دو طرح کے ہیں (۱) جو بطورِ عبادت کے ہوں اور ان کو سنن ہدی کہا جاتا ہے یعنی سنت مؤکدہ جن کا کرنا مطلوب ہوتا ہے اور نہ کرنے پر ملامت ہوتی ہے، جیسے فجر کی دو رکعت سنت اور ظہر کی چار رکعت سنت (۲) وہ جو بطور عادت کے ہوں جن کا کرنا تو مطلوب ہوتا ہے لیکن نہ کرنے پر کوئی ملامت نہیں ہوتی ان کو سنن زوائد کہا جاتا ہے اور مستحبات بھی جیسا کہ کپڑا پہننا، سیدھے ہاتھ سے کھانا کھانا اور مسجد وغیرہ کے اندر داخل ہونے میں دایاں پیر مقدم کرنا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیامن پر مواظبت اسی دوسری قسم کی قبیل سے ہے جو کہ مستحب ہے نہ کہ سنت مؤکدہ۔ اور صاحب ہدایہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول: ان اللہ یحب التیامن فی کل شئ حتی التنعل والترجل" کو بطورِ دلیل کے پیش کیا ہے جو اس بات پر دال ہے کہ تیامن مستحب ہے سنت نہیں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

## شرح الوقایہ ص:۶۵

وَ نَاقِضُهُ مَا خَرَجَ مِنَ السَّبِيْلَيْنِ سَوَاءٌ كَانَ مُعْتَاداً اَوْ غَيْرَ مُعْتَادٍ كَالدُّوْدَةِ وَالرِّيْحِ الْخَارِجَةِ مِنَ الْقُبُلِ وَالذَّكَرِ ، وَفِيْهِ اِخْتِلَافُ الْمَشَائِخِ اَوْ مِنْ غَيْرِهِ اِنْ كَانَ نَجِساً سَالَ اِلٰى مَا يُطَهَّرُ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے (ب) ضمیروں کے مراجع متعین کرتے ہوئے شارحؒ کے طرز پر مذکورہ متن کی تشریح کیجئے۔

**الجواب:**

**(الف) ترجمہ:** اور وضو کو توڑنے والی چیز وہ ہے جو سبیلین (قبل و دبر) سے نکلے۔ چاہے وہ معتاد ہو یا غیر معتاد ہو، جیسے کیڑا اور وہ ہوا جو قبل (عورت کی فرج) یا ذکر (مرد کی شرمگاہ) سے نکلے، اور اس میں مشائخ حنفیہ کا اختلاف ہے، یا سبیلین کے علاوہ سے نکلے، اگر وہ ناپاک ہو اور ایسی جگہ کی طرف بہہ پڑے جس کو پاک کیا جاتا ہو۔

**(ب) تشریح:** مصنفؒ یہاں سے نواقض وضو کو بیان فرما رہے ہیں، ہمارے نزدیک خارج من السبیلین معتاد ہو جیسا کہ بول و براز یا غیر معتاد ہو جیسے کیڑا اور قبل یا ذکر سے خارج ہونے والی ہوا ناقض وضو ہے۔

**وفیہ اختلاف المشائخ:** فیہ کی ضمیر ریح کی طرف لوٹ رہی ہے، ریح اگر دبر سے خارج ہو تو اس کے ناقض وضو ہونے پر تمام اصحاب متفق ہیں، البتہ اگر ریح قبل یا ذکر سے نکلے تو اس بارے میں مشائخ احناف کا اختلاف ہے، بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ یہ بھی ناقض وضو ہے، جیسا کہ امام قدوریؒ نے امام محمدؒ سے نقل

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

کیا ہے، اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ناقضِ وضو نہیں ہے، جیسا کہ صاحبِ ہدایہ وغیرہ نے نقل کیا ہے، اور عدمِ نقض کی دلیل یہ بتلائی کہ یہ اختلاج ہے ریح نہیں ہے۔

اور غیر سبیلین سے نکلنے والی چیز اس شرط کے ساتھ ناقض وضو ہوگی کہ وہ ناپاک ہو اور ایسی جگہ کی طرف بہہ پڑے جس کا وضو یا غسل میں دھونا ضروری ہوتا ہو، لیکن امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ غیر سبیلین سے نکلنے والی کوئی بھی چیز وضو کو نہیں توڑے گی، ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنا لگوایا پھر نماز پڑھ لی اور نماز پڑھنے سے پہلے نہ وضو کیا نہ پچھنا لگوانے کی جگہ کے علاوہ کسی اور جگہ کو دھویا، اور حضرت ثوبانؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قے کی پھر وضو کیا تو میں نے پوچھا کیا قے سے وضو فرض ہو جاتا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر قے سے وضو فرض ہوتا تو تو اس کو قرآن میں پاتا۔

حضرت مولانا عبدالحیؒ فرماتے ہیں کہ ان دونوں احادیث کی سند ضعیف ہے، لہذا یہ دلیل کے قابل نہیں اس کے بالمقابل ہمارے نزدیک بخاری اور اصحابِ سنن کی حدیث ہے کہ حضرت فاطمہ بنت جحشؓ نے فرمایا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے حیض آتا ہی رہتا ہے میں پاک نہیں ہوتی ہوں، کیا میں نماز کو چھوڑ دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں یہ تو عرق یعنی رگوں کا خون ہے یہ حیض نہیں ہے، پس جب حیض آئے تو نماز کو چھوڑ دے اور جب حیض بند ہو جائے تو غسل کر کے نماز پڑھ لے، اور ہر وقت نماز کے لئے نیا وضو کر لیا کر یہاں تک کہ دوسرا وقت آجائے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول کہ یہ عرق ہے، اشارہ کرتا ہے اس بات کی طرف کہ وضو کو توڑنے میں عرق (رگوں کے خون) کو بھی دخل ہے۔

لیکن احقر کی رائے میں اس اختلافی مسئلہ میں یہ حدیث ہمارے لئے دلیل قاطع کی حیثیت نہیں رکھتی، کیوں کہ اختلاف خارج من غیر السبیلین میں ہے اور استحاضہ تو

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

غیر سبیلین میں سے نہیں ہے، لہذا اس کے بجائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کو دلیل میں پیش کرنا زیادہ بہتر ہوگا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے "من قاء او رعف فی صلوته فلینصرف ولیتوضأ ولیبن علی صلوته مالم یتکلم" اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ خارج من غیر السبیلین بھی ناقض وضو ہے۔

## شرح الوقایہ ص: ٦٨

وَالْقَيْءُ دَماً رَقِيْقاً اِنْ سَاوَى الْبُزَاقَ اَوْ مِرَّةً اَوْ طَعَاماً اَوْ مَاءً اَوْ عَلَقاً اِنْ كَانَ مِلْأَ الْفَمِ لاَ بَلْغَماً اَصْلاً وَيَنْقُضُ صَاعِدُهُ مِلْءَ الْفَمِ عِنْدَ اَبِيْ يُوْسُفَؒ وَهُوَ يَعْتَبِرُ الْاِتِّحَادَ فِيْ الْمَجْلِسِ وَمُحَمَّدٌؒ فِي السَّبَبِ فَيُجْمَعُ مَا قَاءَ قَلِيْلاً قَلِيْلاً.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) مذکورہ مسائل کی الگ الگ تشریح کریں، نیز غلبۂ دم کی صورت میں کیا حکم ہے تحریر کریں (ج) اور قے کے بارے میں اتحادِ مجلس اور اتحاد سبب کی چاروں صورتیں حسبِ بیان شارح نقل کر کے ہر ایک کا حکم تحریر کریں۔

الجواب:

**(الف) ترجمہ**: (قے کا بیان) اور دم رقیق اگر تھوک کے برابر ہو (تو ناقض وضو ہوگا) یا پت یا کھانا یا پانی یا خون بستہ کی قے اگر منہ بھر کر ہو (تو وضو کو توڑ دے گی) نہ کہ خالص بلغم اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک منہ بھر کر پیٹ سے چڑھنے والا بلغم ناقص وضو ہے، اور امام ابو یوسفؒ اعتبار کرتے ہیں اتحاد مجلس کا اور امام محمدؒ اعتبار کرتے ہیں اتحاد سبب کا پس جمع کیا جائے گا اس قے کو جو تھوڑی تھوڑی کی ہو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(ب) **تشریح:** مصنف علیہ الرحمہ یہاں سے قے کے احکام بیان فرمارہے ہیں کیوں کہ قے مختلف طرح کی ہوتی ہیں لہذا اس کے احکام بھی مختلف ہوں گے کبھی تو قے خون بستہ کی ہوتی ہے اور کبھی صرف دانتوں سے خون رستا ہے جو کہ دم رقیق (پتلا خون) ہوتا ہے اس کا حکم یہ ہے کہ اگر خون تھوک کے برابر ہو یا غالب ہو تو اس صورت میں یہ ناقض وضو ہوگا اور اگر تھوک خون پر غالب ہو اور خون کی وجہ سے تھوک زرد ہو جائے سرخ نہ ہو تو ناقض وضو نہ ہوگا، یا پھر قے پت کی ہوگی یا کھانے کی یا پانی کی یا خون بستہ کی تو اگر منہ بھر کے ہے تب تو ناقض وضو ہوگی ورنہ نہیں، لیکن قے اگر خالص بلغم کی ہو تو طرفین کے نزدیک ناقض وضو نہ ہوگی چاہے پیٹ سے چڑھی ہو یا سر سے اتری ہو، امام ابو یوسفؒ سر سے اترنے والی میں تو طرفین کے ساتھ ہیں یعنی ناقض وضو نہ ہوگی، لیکن پیٹ سے چڑھنے والی کو ناقض وضو کہتے ہیں، ان کی دلیل یہ ہے کہ پیٹ نجاست کی جگہ ہے لہذا جو بلغم پیٹ سے چڑھے گا وہ اتصال کی وجہ سے نجس ہوگا، طرفین کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ بلغم ایک چکنی چیز ہے جس میں نجاست داخل نہیں ہو سکتی اور اگر کچھ نجاست بلغم کے ساتھ متصل بھی ہو تو وہ قلیل ہوگی اور قلیل ناقض وضو نہیں ہے۔

(ج) **وھو یعتبر الاتحاد الخ:** یہاں سے مصنفؒ ایک نیا مسئلہ بیان فرمارہے ہیں کہ اگر کسی آدمی کو تھوڑی تھوڑی مقدار میں مختلف مرتبہ قے ہوئی جو کہ منہ بھر کر نہیں ہے لیکن اگر اس مختلف قے کو جمع کیا جائے تو منہ بھر کر ہو جائے تو اس مسئلے میں امام ابو یوسفؒ اتحادِ مجلس کا اعتبار کرتے ہیں یعنی یہ مختلف قے اگر ایک ہی مجلس میں ہوئی ہے تب تو اس کو جمع کیا جائے گا اگر منہ بھر کی مقدار ہو تو ناقض وضو ہوگی اور امام محمدؒ اتحاد سبب کا اعتبار کرتے ہیں یعنی متلی کا کہ اگر یہ مختلف قے ایک ہی متلی سے ہو تو اس کو جمع کیا جائے گا اگر منہ بھر کی مقدار ہو تو ناقض وضو ہوگی، اب اس مسئلہ کی کل

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

چار صورتیں ہوئی، دو اتفاقی، دو اختلافی (۱) مجلس بھی ایک ہی ہو اور ایک ہی متلی سے مختلف قے ہو تو بالاتفاق دونوں کے نزدیک جمع کیا جائے گا اور منہ بھر کی مقدار ہو تو ناقض وضو ہوگی، (۲) مجلس بھی الگ الگ ہو اور متلی بھی الگ الگ ہو تو بالاتفاق جمع نہیں کیا جائے گا۔ (۳) ایک ہی مجلس میں ہو لیکن الگ الگ متلی سے ہو تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جمع کیا جائے گا اور امام محمدؒ کے نزدیک جمع نہیں کیا جائے گا (۴) قے الگ الگ مجلس میں ہو لیکن متلی ایک ہی ہو تو اس صورت میں امام محمدؒ کے نزدیک جمع کیا جائے گا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جمع نہیں کیا جائے گا۔ یہ مسئلہ کی ترتیب وار اتفاقی و اختلافی چاروں صورتیں ہوئیں۔

## شرح الوقایہ ص: ۱۷

(وَ الْاِغْمَاءُ وَ الْجُنُوْنُ) عَلٰى اَيِّ هَيْئَةٍ كَانَا وَيَدْخُلُ فِي الْاِغْمَاءِ اَلسَّكْرُ وَحَدُّهُ هُنَا أَنْ يَدْخُلَ فِيْ مِشْيَتِهٖ تَحَرُّكٌ، وَهُوَ الصَّحِيْحُ (وَ قَهْقَهَةُ مُصَلٍّ بَالِغٍ يَرْكَعُ وَيَسْجُدُ) وَشَرْطُهُ أَنْ يَكُوْنَ فِيْ صَلَاةٍ ذَاتَ رُكُوْعٍ وَسُجُوْدٍ حَتّٰى لَوْ قَهْقَهَ فِيْ صَلَاةِ الْجَنَازَةِ أَوْ سَجْدَةِ التِّلَاوَةِ لَا يُنْقِضُ الْوُضُوْءَ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے (ب) اغماء، جنون اور سکر کی تعریف قلمبند کیجئے (ج) مطلب لکھئے نیز قہقہہ اور ضحک کا فرق بیان کرتے ہوئے بتائیے کہ نماز میں قہقہہ کے ناقض وضو ہونے کے لئے "ذات رکوع وسجودٍ" کی قید کیوں لگائی؟ وهو الصحيح سے کس قول سے احتراز کیا گیا ہے؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

## الجواب:

**(الف) ترجمہ:** بے ہوشی اور جنون (وضو کو توڑنے والی ہے) چاہے جس حالت میں ہو اور بے ہوشی میں نشہ بھی داخل ہے، اور نشہ کی حد یہ ہے کہ اس کی چال میں لڑکھڑاہٹ آجائے اور یہی صحیح ہے (اور وضو کو توڑتا ہے) بالغ مصلی کا قہقہہ جو رکوع و سجدہ کرتا ہو، اور اس کی شرط یہ ہے کہ وہ ایسی نماز میں ہو جو رکوع و سجدہ والی ہو، یہاں تک کہ اگر کسی نے نماز جنازہ یا سجدۂ تلاوت میں قہقہہ لگایا تو یہ قہقہہ وضو کو نہیں توڑے گا۔

**(ب) اغماء:** بمعنی بے ہوشی ہے، یہ قوٰی کی کمزوری کے باعث ایک قسم کے مرض کا حملہ ہے اس سے عقل زائل نہیں ہوتی بلکہ یہ ساترِ عقل ہے یعنی عقل کو ڈھانپ لیتا ہے۔

**جنون:** یہ بھی قوٰی کی کمزوری کے باعث ایک قسم کا مرض ہے اور اس میں عقل زائل ہو جاتی ہے، اختیار اور استعمال قدرت کے سلسلے میں اغماء و جنون دونوں نیند کی طرح ہیں بلکہ نیند سے زیادہ شدید اثر ہوتا ہے (شرح الوقایہ حاشیہ/٦)

**سکر:** سکر وہ حالت ہے کہ جو شراب یا نشہ آور چیز پینے کے بعد ان کے بخارات معدہ سے اٹھ کر دماغ کو متاثر کر دے۔ (شرح الوقایہ حاشیہ/٨)

**(ج) تشریح:** بے ہوشی اور پاگل پن ہر حالت میں وضو کو توڑنے والے ہیں اسی طرح نشہ بھی وضو کو توڑ دے گا، البتہ وضو کو توڑنے والے نشہ کی حد یہ ہے کہ اس کی چال میں لڑکھڑاہٹ پیدا ہو جائے، شارحؒ نے اسی قول کو اصح قرار دے کر اس قول سے احتراز کیا ہے جو فتاویٰ قاضی خاں میں منقول ہے کہ وضو کو توڑنے میں بھی نشہ کی اس حد کا اعتبار ہوگا جو سکر کی حد میں معتبر ہے کہ وہ شخص کسی بھی چیز میں تمیز نہ کر سکے کہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

زمین کیا ہے؟ آسمان کیا ہے؟۔

**وقہقہۃ مصل الخ** : قہقہہ اور ضحک میں فرق یہ ہے کہ قہقہہ میں خود کو بھی سنائی دیتا ہے اور پاس والے کو بھی، اور ضحک میں خود کو تو سنائی دیتا ہے لیکن پاس والے کو سنائی نہیں دیتا، یہ نماز کو تو توڑ دے گی لیکن وضو کو نہیں توڑے گی۔

قہقہہ کے ناقض ہونے میں جو شرطیں بیان کی گئی ہیں وہ اس وجہ سے ہیں کہ قہقہہ کا ناقض وضو ہونا حدیث سے خلافِ قیاس ثابت ہے، حدیث کا مضمون یہ ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ کو نماز پڑھا رہے تھے کہ ایک آدمی جس کی نگاہ کمزور تھی آیا اور گڑھے میں گر پڑا جسے دیکھ کر لوگ ہنسنے لگے، نماز سے فارغ ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے قہقہہ لگایا ہو وہ وضو اور نماز دہرائے، اس حدیث کی بناء پر نماز میں قہقہہ کو ناقض وضو مانا گیا ہے جو کہ خلافِ قیاس ہے اور جو حکم خلافِ قیاس ہو وہ اپنے مورد پر ہی منحصر ہوتا ہے اس کے آگے قیاس درست نہیں ہوتا اور چوں کہ اس حدیث کا مورد بالغوں کے رکوع وسجدہ والی نماز ہے، لہٰذا اس حکم کو اسی شرط پر منحصر رکھا جائے گا، اسی لئے بچہ اگر نماز میں قہقہہ مارے یا کوئی بالغ نماز جنازہ یا سجدۂ تلاوت میں قہقہہ مارے تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا اس لئے کہ جو حکم خلاف قیاس ثابت ہو وہ اپنے مورد پر ہی منحصر رہتا ہے اس پر کسی دوسری چیز کو قیاس کرنا درست نہیں ہوتا، اسی لئے مصنفؒ نے نماز میں قہقہہ کے ناقض وضو ہونے کے لئے "ذات رکوعٍ وسجودٍ" کی قید لگائی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

## شرح الوقایہ ص: ۷۳

وَ اَمَّا ثُقبُ الْقُرطِ فَاِنْ کَانَ الْقُرطُ فِیهَا فَاِنْ غَلَبَ فِیْ ظَنِّہٖ اَنَّ الْمَاءَ لَا یَصِلُ مِنْ غَیْرِ تَحْرِیْکٍ فَلَا بُدَّ مِنْهُ، وَ اِنْ لَّمْ یَکُنِ الْقُرطُ فِیْهَا فَاِنْ غَلَبَ عَلٰی ظَنِّہٖ اَنَّ الْمَاءَ یَصِلُ مِنْ غَیْرِ تَکَلُّفٍ لَا یَتَکَلَّفُ وَاِنْ غَلَبَ اَنَّهٗ لَا یَصِلُ اِلَّا بِتَکَلُّفٍ یَتَکَلَّفُ وَاِنْ اِنْضَمَّ الثُّقبُ بَعْدَ نَزْعِہٖ وَ صَارَ بِحَالٍ اِنْ اَمَرَّ عَلَیْهَا الْمَاءَ یَدْخُلَهَا وَ اِنْ غَفَلَ لَا یَدْخُلُهَا اَمَرَّ الْمَاءَ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے (ب) مطلب لکھتے ہوئے تمام مسائل نمبروار الگ الگ لکھئے (ج) بتائیے کہ اگر انگلی میں تنگ انگوٹھی ہو تو اس کے نیچے پانی پہنچانے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

**الجواب:**

**(الف) ترجمہ:** اور بہرحال بالی کا سوراخ اگر بالی اس میں ہو اور اس کو غالب گمان یہ ہو کہ بغیر حرکت دیئے ہوئے پانی اس میں نہیں جائے گا تو حرکت دینا ضروری ہوگا، اور اگر اس میں بالی نہ ہو پس اگر اس کو یہ غالب گمان ہو کہ پانی بغیر تکلف کے پہنچ جائے گا تو تکلف نہ کرے اور اگر یہ گمان ہو کہ بغیر تکلف کے نہیں پہنچے گا تو تکلف کرے، اور اگر بالی نکالنے کے بعد سوراخ مل جائے اور اس طرح ہو جائے کہ اگر اس پر اچھی طرح پانی بہائے تو پانی داخل ہوگا اور اگر غفلت برتی تو پانی داخل نہیں ہوگا تو اچھی طرح پانی بہائے۔

**(ب) تشریح:** عبارت سے مسئلہ بالکل واضح ہے کہ عورت یا مرد جس کے کان یا ناک میں سوراخ ہو تو اس میں پانی پہنچانا ضروری ہے اور پانی پہنچانے کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

واسطے اگر بالی کو ہلانے کی یا اور طرح سے تکلف کی ضرورت خود محسوس کرے تو بالی کو ہلا کر یا دوسری طرح تکلف کر کے پانی پہنچانا ہوگا، وضو کے اندر ناک کے سوراخ میں بھی پانی پہنچانا ہوگا۔

اور اگر بالی نکال لی جائے اور اس کا سوراخ ایسی حالت میں رہے کہ پانی پہنچانے سے پہنچتا ہے اور غفلتی سے نہیں پہنچتا ہے تو پانی پہنچانا ضروری ہوگا اور پانی پہنچانے کے لئے اس سوراخ میں کوئی تنکا داخل کرنا پڑے تو یہ ایک تکلف ہے لہذا اس تکلف کی چنداں ضرورت نہیں یوں ہی پانی پہنچائے۔

(ج) اگر کسی شخص کے انگلی میں تنگ انگوٹھی ہو تو اس کے نیچے تک پانی پہنچانے کے لئے انگوٹھی کو حرکت دینا واجب ہے۔

## شرح الوقایہ ص: ۴۷

وَيَجِبُ عَلَى الْاَقْلَفِ اِدْخَالُ الْمَاءِ دَاخِلَ الْقُلْفَةِ، وَ اِنْ نَزَلَ الْبَوْلُ اِلَيْهَا وَلَمْ يَخْرُجْ عَنْهَا نَقَضَ الْوُضُوْءَ هٰذَا عِنْدَ بَعْضِ الْمَشَائِخِ فَلَهَا حُكْمُ الظَّاهِرِ مِنْ كُلِّ وَجْهٍ وَعِنْدَ الْبَعْضِ لَا يَجِبُ اِيْصَالُ الْمَاءِ اِلَيْهَا فِي الْغُسْلِ مَعَ اَنَّهٗ يَنْقُضُ الْوُضُوْءَ اِذَا نَزَلَ الْبَوْلُ اِلَيْهَا فَلَهَا حُكْمُ الْبَاطِنِ فِي الْغُسْلِ وَحُكْمُ الظَّاهِرِ فِي انْتِقَاضِ الْوُضُوْءِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے (ب) دونوں مسئلوں کی تشریح کرتے ہوئے مشائخ کے اختلاف کو واضح کیجئے۔

الجواب

**(الف) ترجمہ**: اور اقلف پر واجب ہے قلفہ کے اندر پانی داخل کرنا اور اگر

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

پیشاب اتر آئے قلفہ میں اور پیشاب اس سے باہر نہیں نکلا تو وضو ٹوٹ جائے گا اور یہ بعض مشائخ کے نزدیک ہے، پس اس کے لئے ہر اعتبار سے ظاہر بدن کا حکم ہے اور بعض کے نزدیک قلفہ میں پانی پہنچانا واجب نہیں ہے غسل کے اندر باوجودیکہ وہ وضو کو توڑ دیتا ہے جب پیشاب قلفہ میں اتر آئے پس اس کے لئے غسل میں باطن کا حکم ہے اور وضو کے ٹوٹنے میں ظاہر بدن کا حکم ہے۔

(ب) تشریح: **اقلف**: وہ شخص جس کی ختنہ نہ ہوئی ہو، اور قلفہ اس کھال کو کہتے ہیں جو ختنہ میں کاٹ دی جاتی ہے، قلفہ کے اندرونی حصے کے بارے میں ہمارے مشائخ کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک اس کو من کل وجہٍ ظاہر جسم کا حکم ہے غسل میں بھی اور وضو کے توڑنے میں بھی، لہذا غسل میں قلفہ کے اندر پانی داخل کرنا واجب ہے اور اگر پیشاب قلفہ میں اتر آتا ہے اگرچہ اس کے باہر نہ نکلے تب بھی وضو ٹوٹ جائے گا۔

اور بعض مشائخ اس کو من وجہٍ باطن جسم اور من وجہٍ ظاہر جسم مانتے ہیں لہذا غسل میں باطن جسم مانتے ہیں اور قلفہ میں پانی پہنچانے کو واجب قرار نہیں دیتے ہیں، اور وضو کے ٹوٹنے میں ظاہر جسم مانتے ہیں، لہذا پیشاب اگر قلفہ میں اتر آتا ہے تو وضو ٹوٹ جائے گا، البدائع میں قول اول کو صحیح قرار دیا گیا ہے لیکن زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اگر قلفہ الٹنے سے الٹ جاتا ہے اور حشفہ ظاہر ہو جاتا ہے تب تو قلفہ میں پانی کا پہنچانا واجب ہوگا اور اگر قلفہ الٹتا نہ ہو تو پھر واجب نہ ہوگا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

## شرح الوقایہ ص:۷۵

وَلَيْسَ عَلَى الْمَرْأَةِ نَقْضُ ضَفِيْرَتِهَا وَلاَ بَلُّهَا اِذَا ابْتَلَّ اَصْلُهَا خَصَّ الْمَرْأَةَ لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ السَّلاَمُ لِاُمِّ سَلْمَةَ يَكْفِيْكِ اِذَا بَلَغَ الْمَاءُ اُصُوْلَ شَعْرِكِ وَيَجِبُ عَلَى الرَّجُلِ نَقْضُهَا وَقِيْلَ اِذَا كَانَ الرَّجُلُ مُضَفَّرَ الشَّعْرِ كَالْعَلَوِيَّةِ وَالْاَتْرَاكِ لاَ يَجِبُ وَالْاَحْوَطُ اَنْ يَّجِبَ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے (ب) مطلب لکھئے اور بتایئے کہ غسل میں مرد کے لئے اپنی چوٹی کھولنا کیوں ضروری ہے؟ علوی اور اتراک سے کون مراد ہیں اور ان کا چوٹی کھولنا کیوں ضروری نہیں ہے۔

الجواب

**(الف) ترجمہ:** اور عورت پر اپنے بالوں کی چوٹی کو کھولنا اور اس کو تر کرنا ضروری نہیں ہے جب کہ اس کی جڑیں تر ہو جائیں، ماتنؒ نے عورت کو خاص کیا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی وجہ سے جو ام سلمہؓ سے فرمایا تھا کہ کافی ہے تیرے لئے جب کہ پانی تیرے بالوں کی جڑوں تک پہنچ جائے، اور مرد پر بالوں کی چوٹی کو کھولنا واجب ہے، اور کہا گیا ہے کہ جب مرد گندھے ہوئے بالوں والا ہو، جیسے علوی اور اتراک تو اس پر بالوں کا تر کرنا واجب نہیں ہے اور زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ واجب ہو۔

**(ب) تشریح:** علوی: وہ حضرات ہیں جو حضرت علیؓ کی اولاد میں ہیں لیکن حضرت فاطمہؓ کی اولاد میں نہ ہوں، اور اتراک جمع ہے ترک کی جیسے عَرَبٌ، بمعنی اہل ترک۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ عورتوں پر غسل کے وقت اپنی بندھی ہوئی چوٹیوں کا کھولنا واجب نہیں ہے، حدیث ام سلمہؓ کی بناء پر لیکن اگر مرد کی چوٹی گندھی ہوئی ہے تو اس پر چوٹی کا کھولنا واجب ہوگا، لیکن بعض مشائخ یوں فرماتے ہیں کہ اگر مرد گندھے ہوئے بالوں والا ہو علویوں اور ترکوں کی طرح تو عورتوں پر قیاس کرتے ہوئے ان پر بھی چوٹی کا کھولنا اور اس کو بھگونا واجب نہ ہوگا اس لئے کہ اس میں حرج ہے، لیکن مصنفؒ فرماتے ہیں کہ احتیاط اسی میں ہے کہ واجب ہو، اور ہمارے بعض مشائخ عورتوں کے بارے میں بھی یہ فرماتے ہیں کہ اس پر اپنے بالوں کو تر کرنا ضروری ہے، اس کو حسن ابن زیاد نے امام ابوحنیفہؒ سے نقل کیا ہے لیکن زیادہ صحیح قول وہی ہے جو اوپر گزرا۔ یہ اختلاف اس صورت میں تھا جب کہ عورت کی چوٹی بندھی ہوئی ہو اور اگر اس کے بال کھلے ہوں تو پھر سبھی کے نزدیک بالوں کے درمیان پانی پہنچانا واجب ہوگا، جس طرح داڑھی میں پہنچانا ضروری ہے، لعدم الحرج۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

# شرح الوقایہ ص:۷۹

لَابِمَا اعْتُصِرَ: اَلرِّوَايَةُ بِقَصْرِ مَا مِنْ شَجَرٍ اَوْ ثَمَرٍ، اَمَّامَا يَقْطُرُ مِنَ الشَّجَرِ فَيَجُوْزُبِهِ الْوُضُوْءُ ،وَلاَ بِمَاءٍ زَالَ طَبْعُهُ بِغَلَبَةِ غَيْرِهِ اَجْزَاءً ،اَلْمُرَادُ بِهِ أَنْ يُّخْرِجَهُ مِنْ طَبْعِ الْمَاءِ وَهُوَ الرِّقَّةُ وَ السَّيْلاَنُ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے (ب) مطلب لکھتے ہوئے بتائیے کہ "الروایۃ بقصرما" سے مصنفؒ کیا کہنا چاہتے ہیں؟ (ج) اجزاءً سے کس جانب اشارہ کرنا مقصود ہے۔

**الجواب:**

**(الف) ترجمہ:** وضو جائز نہیں ہے ایسی چیز سے جس کو نچوڑا گیا ہو، روایت ما کے قصر کے ساتھ ہے، کسی درخت یا پھل سے۔ رہا وہ پانی جو درخت سے ٹپکتا ہو تو اس سے وضو کرنا جائز ہے، اور ایسے پانی سے وضو کرنا جائز نہیں ہے جس کی طبیعت غلبۂ غیر سے ختم ہو چکی ہو، اجزاء کے اعتبار سے، اس سے مراد یہ ہے کہ وہ پانی کو اس کی طبیعت جو کہ رقت اور سیلان ہے اس سے نکال دے۔

**(ب) تشریح:** اس سے پہلے مصنفؒ نے اس پانی کا تذکرہ فرمایا تھا جس سے وضو کرنا جائز تھا، اب ایسے پانی کا ذکر فرمارہے ہیں جس سے وضو کرنا جائز نہیں ہے، چنانچہ فرمایا: **و لابما اعتصر** : اس میں دو روایتیں ہیں (۱) ما کے قصر کے ساتھ تو اس صورت میں ما موصولہ ہوگا، (۲) اس کو بماءٍ پڑھنا بھی درست ہے، اس صورت میں ترجمہ ہوگا، اور اس پانی سے وضو کرنا جائز نہیں ہے جس کو کسی درخت یا پھل سے نچوڑا گیا ہو، کیوں کہ یہ ماء مطلق نہیں کہلاتا ہے بلکہ مقید کہلاتا ہے، اور اس کا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

نام بھی بدل جاتا ہے جیسا کہ گنّے سے نچوڑا ہوا پانی اس کو گنّے کا رس کہتے ہیں اور پھل وغیرہ سے جو پانی نکالا جاتا ہے اس کو جوس یا شربت کہتے ہیں، لہٰذا ان پانیوں سے وضو کرنا جائز نہ ہوگا۔

**اما ما یقطر من الشجر الخ:** یعنی وہ پانی جو کسی درخت سے نکالے بغیر خود ہی قطرہ قطرہ نکلے تو اس سے وضو درست ہے، ہدایہ وغیرہ میں اسی کو مختار کہا گیا ہے، لیکن صاحب البحر، النہرالحلیہ وغیرہ نے اس سے وضو درست نہ ہونے کو ترجیح دی ہے، کیوں کہ وہ مقید پانی ہے، احقر کا ذاتی خیال بھی یہی ہے کہ اس سے وضوء درست نہ ہونا چاہئے۔

**ولا بماء زال طبعه:** یہاں سے پانی سے وضو کے جائز نہ ہونے کی دوسری صورت بیان فرمارہے ہیں کہ اگر ماء مطلق کے ساتھ کوئی چیز مل جائے اور اس پر اجزاء کے اعتبار سے غالب آجائے اور وہ پانی کی طبیعت جو کہ بہنا اور پتلا پن ہے اس کو بھی ختم کردے، جیسا کہ لوبیا کا پانی، یا پکانے کی وجہ سے اس کی صفت ختم ہو جائے جیسا کہ شوربہ وغیرہ تو اس سے وضوء جائز نہ ہوگا۔

(ج) **اجزاءً الخ:** اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ پانی میں ملنے والے اجزاء کا وہ غلبہ مراد ہے جو کہ پانی کو اس کی اصلی طبیعت سے نکال دے اور اسے غیر طبعی حالت میں لے جائے اور اس کے سیلان وپتلا پن کو متأثر کردے، یہ امام ابو یوسفؒ کا مذہب ہے اور یہی صحیح ہے۔ اور امام صاحبؒ کے نزدیک رنگ کے لحاظ سے غلبہ کا اعتبار ہوگا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

## شرح الوقایہ ص:۸۲

وَلاَ بِـمَـاءٍ اُسْتُعْمِلَ لِقُرْبَةٍ اَوْ رَفْعِ حَدَثٍ اِعْلَمْ اَنَّ فِي الْمَاءِ الْـمُسْتَعْـمَـلِ اِخْتِلاَفَـاتٍ ، اَلْأَوَّلُ فِي اَنَّهُ بِأَيِّ شَيْءٍ يَصِيْرُ مُسْتَعْـمَلاً فَعِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَاَبِيْ يُوْسُفَ بِإِزَالَةِ الْحَدَثِ وَاَيْضاً بِنِيَّةِ الْقُرْبَةِ وَعِنْدَ مُحَمَّدٍ بِالثَّانِيْ فَقَطْ وَعِنْدَ الشَّافِعِي بِإِزَالَةِ الْحَدَثِ لٰكِنْ اِزَالَةُ الْحَدَثِ لاَ يَتَحَقَّقُ اِلاَّ بِنِيَّةِ الْقُرْبَةِ عِنْدَهُ.

(الف) عبارت مع اعراب وترجمہ لکھئے (ب) محدث بغیر نیت کے وضوء کرے، یا غیر محدث نیت کے ساتھ وضوء کرے تو اس پانی کا کیا حکم ہے؟ مع اختلاف ائمہ لکھئے، نیز پانی کب مستعمل ہوتا ہے اور ماء مستعمل کا کیا حکم ہے؟ ائمہ کے اختلاف کے ساتھ تحریر کریں۔

الجواب:

**(الف) ترجمہ**: اور نہ اس پانی سے وضوء کرنا جائز ہے جو قربت یا رفعِ حدث کے لئے استعمال کیا گیا ہو، جان لو کہ ماء مستعمل میں بہت سارے اختلافات ہیں، پہلا اختلاف یہ ہے کہ پانی کس چیز سے مستعمل ہوتا ہے تو امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک حدث کے زائل کرنے اور قربت کی نیت سے بھی (مستعمل ہو جائے گا) اور امام محمدؒ کے نزدیک صرف نیتِ قربت سے، اور امام شافعیؒ کے نزدیک ازالۂ حدث سے، لیکن ان کے نزدیک ازالۂ حدث بغیر نیت قربت کے متحقق نہیں ہوسکتا۔

**(ب) تشریح**: (ولا ای لا یجوز الوضوء)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

محدث بغیر نیت کے وضوء کرے یا غیر محدث نیت کے ساتھ وضو کرے دونوں صورتوں میں پانی مستعمل ہو جائے گا، شیخینؒ کے نزدیک۔

مصنفؒ نے ماء مستعمل کے تعلق سے تین طرح کے اختلافات کا تذکرہ فرمایا ہے، ان اختلافات کی تفصیل جاننے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ یہ اختلاف کس ماء مستعمل میں ہے، کیوں کہ پانی کا استعمال تین طرح سے ہوتا ہے۔

(۱) کسی پاک چیز کو دھونے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جیسے کہ کوئی پاک کپڑا یا غلہ وغیرہ دھونے کے لئے استعمال کیا گیا ہو تو یہ پانی بالاتفاق پاک ہے۔

(۲) نجاستِ حقیقیہ کو زائل کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے مثلاً استنجاء اور نجس کپڑے وغیرہ کو دھونے کے لئے تو یہ پانی بالاتفاق ناپاک ہے۔

(۳) نجاست حکمیہ کو زائل کرنے یا قربت وثواب حاصل کرنے کے ارادہ سے استعمال کیا جاتا ہے تو یہ وہ ماءِ مستعمل ہے جس میں ائمہ کا اختلاف ہے۔

**پہلا اختلاف:** تو سبب میں ہے کہ کس سبب سے پانی مستعمل ہوتا ہے، شیخینؒ کے نزدیک تو ازالۂ حدث اور نیتِ قربت دونوں سے پانی مستعمل ہو جائے گا اور امام محمدؒ کے نزدیک صرف نیتِ قربت سے مستعمل ہوگا، اور امام شافعیؒ کے نزدیک اصل تو ازالۂ حدث سبب ہے، لیکن ان کے نزدیک ازالۂ حدث بغیر نیتِ قربت کے نہیں ہو سکتا۔

**دوسرا اختلاف:** وقت میں ہے کہ پانی پر مستعمل ہونے کا حکم کس وقت لگے گا، اس میں تو سب متفق ہیں کہ پانی جب تک عضو پر ہے وہ مستعمل نہیں ہے، عضو سے جدا ہونے کے بعد بعض حضرات تو یہ فرماتے ہیں کہ جدا ہونے کے بعد جب تک وہ پانی کسی جگہ ٹھہرے نہیں تب تک وہ مستعمل نہیں ہوگا کسی جگہ یا برتن میں ٹھہرنے کے بعد اس پر مستعمل ہونے کا حکم لگے گا، اور بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ عضو سے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

جیسے ہی جدا ہو جائے تو اس پر مستعمل ہونے کا حکم لگ جائے گا اسی کو صاحبِ ہدایہ نے اختیار کیا ہے۔

**تیسرا اختلاف:** حکم میں ہے کہ ماءِ مستعمل کا کیا حکم ہے؟ تو امام ابو حنیفہؒ اس کو نجس بنجاستِ غلیظہ مانتے ہیں، اور امام ابو یوسفؒ نجس بنجاست خفیفہ مانتے ہیں، اور امام محمدؒ یہ فرماتے ہیں کہ وہ طاہر یعنی پاک تو ہے لیکن طہور یعنی پاک کرنے والا نہیں ہے، امام شافعیؒ کا قولِ جدید بھی یہی ہے، اور امام مالکؒ اس کو طاہر ومطہر کہتے ہیں (پاک وپاک کرنے والا) اور امام شافعیؒ کا قولِ قدیم بھی یہی ہے۔

اس کے جواب میں صاحبِ کتاب نے یہ فرمایا کہ اگر ماءِ مستعمل طاہر ومطہر ہوتا تو سفر میں اس سے وضوء کرنا اور اس کو پینا جائز ہوتا حالاں کہ ایسا کسی نے بھی نہیں کہا ہے، اور یہ بات بھی سچ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے صحابہؓ کو سفر میں بہت سی مرتبہ پانی کی قلت کا سامنا ہوا کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماءِ مستعمل کو جمع کرنے کا حکم نہیں فرمایا جس سے اس کا طہور نہ ہونا سمجھ میں آتا ہے، اور یہ بات بھی برحق ہے کہ صحابہؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مستعمل پانی کو لینے کے لئے دوڑتے تھے اور اس کو اپنے چہرہ وبدن پر ملتے تھے اگر وہ ناپاک ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور منع فرماتے جیسا کہ ابوطیبہ حجام کو اپنا خون پینے سے منع فرمایا تھا۔

لہذا سب سے بہتر قول یہ ہے کہ ماءِ مستعمل طاہر تو ہو لیکن مطہر نہ ہو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

## شرح الوقایہ ص:۸۴

(وَمَا طَهُرَ جِلْدُهُ بِا الدَّبْغِ طَهُرَ بِالذَّكَاةِ وَكَذَا لَحْمُهُ وَإِنْ لَمْ يُؤْكَلْ وَمَا لَا فَلَا) أَيْ مَالَمْ يَطْهُرْ جِلْدُهُ بِالدَّبْغِ لَا يَطْهُرُ بِالذَّكَاةِ (وَشَعْرُ الْمَيْتَةِ وَعَظْمُهَا وَعَصَبُهَا وَحَافِرُهَا وَقَرْنُهَا وَشَعْرُ الْإِنْسَانِ وَعَظْمُهُ طَاهِرٌ وَيَجُوزُ صَلَاةُ مَنْ أَعَادَ سِنَّهُ إِلَىٰ فَمِهِ وَإِنْ جَاوَزَ قَدْرَ الدِّرْهَمِ)

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے (ب) مطلب لکھئے، "وما طهر جلده الخ وكذا لحمه الخ اور وما لا فلا" تینوں قسموں کی مثالیں بھی پیش کیجئے۔

(ج) اور بتایئے کہ ذکاۃ سے کیا مراد ہے؟

الجواب:

(**الف**) **ترجمہ**: اور جس جانور کی کھال دباغت سے پاک ہوجاتی ہے وہ ذبح کرنے سے بھی پاک ہوجاتی ہے، اسی طرح اس کا گوشت بھی (پاک ہوجائے گا) اگرچہ وہ کھایا نہ جائے، اور جس کا پاک نہیں ہوتا تو وہ نہیں (یعنی جس کا چمڑہ دباغت سے پاک نہیں ہوتا وہ ذبح کرنے سے بھی پاک نہ ہوگا) اور مردار کا بال اور اس کی ہڈی اور اس کا پٹھا اور اس کے کھر اور اس کی سینگ اور انسان کے بال وہڈی پاک ہیں، اور اس شخص کی نماز جائز ہے جس نے اپنے دانت اپنے منہ میں لوٹا لئے ہوں اگرچہ وہ قدر درہم سے تجاوز کر جائے۔

(**ب**) **تشریح**: جس جانور کا چمڑہ دباغت دینے سے پاک ہوجاتا ہے اس کا چمڑہ ذبح کرنے سے بھی پاک ہوجائے گا جیسے گائے، بکری، بیل، بھینس، کیوں کہ ذبح کرنا رطوباتِ نجسہ کو اسی طرح زائل کر دیتا ہے جیسے کہ دباغت، اور جس کا چمڑا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

دباغت سے پاک نہیں ہوتا جیسے کہ خنزیر اس کو ذبح کرنے سے بھی پاک نہیں ہوگا ، البتہ ذبح سے وہ ذبح مراد ہے جو شریعت کی نگاہ میں صحیح ہو یعنی کوئی مسلمان یا کتابی (یہودی ونصرانی) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو جان بوجھ کر نہ چھوڑتے ہوئے ذبح کرے ، اگر یہ لوگ عمداً ترک بسم اللہ کریں یا کوئی مجوسی وغیرہ ذبح کرے تو وہ پاک نہ ہوگا۔

**وشعر المیتة** :میتہ سے خنزیر مستثنیٰ ہے کیوں کہ وہ نجس العین ہے اس کی ہر چیز زندہ ومردہ دونوں حالتوں میں ناپاک ہی ہے، البتہ دوسرے میتہ میں بال، ہڈی، پٹھے، کھر اور سینگ وغیرہ کے ناپاک نہ ہونے یعنی پاک ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں خون سرایت نہیں کرتا، اور میتہ کے حرام ہونے کی اصل وجہ یہ ہے کہ ان میں خون سرایت کر جاتا ہے جو کہ ناپاک ہے اس کی وجہ سے میتہ بھی ناپاک ہو جاتا ہے، اور بال ہڈی وغیرہ ان چیزوں میں خون سرایت نہیں کرتا ہے، اس لئے یہ چیزیں پاک ہی رہیں گی ناپاک نہ ہوں گی۔

**وشعر الانسان وعظمه** : انسان کے بال اور اس کی ہڈی بھی پاک ہے اور چوں کہ دانت بھی ہڈی ہی کی ایک قسم ہے، لہذا وہ بھی پاک ہے، چنانچہ اگر کسی کے دانت گر گئے ہوں پھر اس نے دانت بٹھا لئے یا دانتوں کا چوکڑا بیٹھا لیا تو اس کے ساتھ وہ نماز پڑھ سکتا ہے اگر چہ قدر درہم سے زائد ہو، لیکن امام محمدؒ قدر درہم سے زائد میں اختلاف فرماتے ہیں۔

(ج) **الذکاة**: والمراد بالذکاة ان یذبح المسلم او الکتابی من غیر ان یترک التسمیة عامداً.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

## شرح الوقایہ ص:۸۵

وَسُؤرُ الْاٰدَمِیِّ وَ الْفَرَسِ وَکُلِّ مَا یُؤْکَلُ لَحْمُهٗ طَاهِرٌ، وَ الْکَلْبِ والْخِنْزِیْرِ وَسِبَاعِ الْبَهَائِمِ نَجِسٌ، وَالْهِرَّةِ والدَّجَاجَةِ الْمُخَلَّاةِ وَ سِبَاعِ الطَّیْرِ وَسَوَاکِنِ الْبُیُوْتِ مَکْرُوْهٌ وَالْحِمَارِ وَالْبَغْلِ مَشْکُوْکٌ یَتَوَضَّأُ بِهٖ وَیَتَیَمَّمُ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے (ب) عبارت میں مذکورہ تمام مسائل کی وضاحت کیجئے، نیز بتایئے کہ مشکوک کسے کہتے ہیں اور گدھے، خچر کے جھوٹے کے مشکوک ہونے کی وجہ کیا ہے؟

**الجواب:**

**(الف) ترجمہ**: اور آدمی اور گھوڑے اور ہر ماکول اللحم جانور کا جوٹھا پاک ہے، اور کتے اور خنزیر اور پھاڑ کھانے والے جانوروں کا جھوٹا ناپاک ہے، اور بلی اور باہر پھرنے والی مرغی اور پھاڑ کھانے والے پرندوں اور گھر میں رہنے والے جانوروں کا جھوٹا مکروہ ہے، اور گدھے اور خچر کا جھوٹا مشکوک ہے کہ اس سے وضوء کرے اور تیمّم کرے۔

**(ب) تشریح: سؤر**: کھانے پینے کے بعد جوشئی برتن میں باقی رہ جائے اس کو سؤر کہتے ہیں، اردو میں اس کو جوٹھا یا جھوٹا کہتے ہیں، مصنفؒ یہاں سے اس پانی کے احکام بیان فرمارہے ہیں جو برتن سے منہ لگا کر پینے کے بعد بچ جائے تو فرمایا کہ آدمی کا جوٹھا اس میں مرد وعورت، بچہ بوڑھا، مسلم وکافر سب ہی داخل ہیں سبھی کے جوٹھے کا حکم ایک ہی ہے، البتہ اگر کوئی شراب پی کر فوراً پانی پی لے تو اس کا جوٹھا ناپاک ہوگا، اسی طرح گھوڑے اور ماکول اللحم جانوروں کا جوٹھا بھی پاک ہے، اصل

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

اس باب میں یہ ہے کہ جوٹھے پانی میں لعاب مل جاتا ہے اور لعاب گوشت کی پیداوار ہے، لہذا جس کا گوشت پاک اس کا لعاب بھی پاک اور پانی میں پاک چیز مل جائے تو اس سے حکم میں کوئی فرق نہیں پڑتا وہ پانی پاک ہی رہے گا، البتہ خنزیر اور پھاڑ کھانے والے جانوروں کا گوشت ناپاک ہے، اس لئے ان کا لعاب بھی ناپاک اور ناپاک چیز کے ملنے سے پانی ناپاک ہو جائے گا، اور بلی وغیرہ کا جوٹھا بھی ناپاک ہی ہونا چاہئے تھا لیکن وہ گھروں میں بار بار آتی جاتی رہتی ہے، لہذا ان سے بچاؤ نا ممکن ہے، اسی وجہ سے دفعِ حرج کے لئے اس کے ناپاک ہونے کا حکم نہیں دیا بلکہ مکروہ ہونے کا حکم لگایا، اور گدھے و خچر کے تعلق سے روایات مختلف ہیں جن میں آپس میں تضاد بھی ہے، لہذا ان کے جوٹھے کو مشکوک قرار دیا، اور گدھے سے مراد پالتو گدھا ہے، البتہ جنگلی گدھا تو اس کا جوٹھا پاک ہے اور اس کا گوشت بھی حلال ہے۔

**یتوضأ به ویتیمم**: میں مصنفؒ یہ بتلا رہے ہیں کہ اگر صرف ماءِ مشکوک ہو، اور دوسرا پانی موجود نہ ہو تو حکم یہ ہوگا کہ پہلے ماءِ مشکوک سے وضوء کر لیا جائے اور اس کے بعد تیمّم کر لیا جائے، البتہ اگر پانی موجود ہو اور اس کے سواء کوئی دوسرا پانی موجود نہ ہو تو حکم یہ ہے کہ اس پانی سے وضوء کر لے تیمّم نہ کرے۔

**مشکوک**: یعنی جس کے پاک اور ناپاک ہونے میں شک ہو، اور کسی ایک جانب کو ترجیح حاصل نہ ہو۔

گدھے اور خچر کے جھوٹے کے مشکوک ہونے کی وجہ روایات کا اختلاف اور ان کا آپس میں متضاد ہونا ہے۔

❁❁❁

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

## شرح الوقایہ ص: ۸۷

وَ اَمَّا فِیْ غَیْرِ مَاکُوْلِ اللَّحْمِ فَلِاَنَّہٗ لَمْ یُوْجَدِ الْاِخْتِلَاطُ وَالْحُرْمَۃُ الْمُجَرَّدَۃُ غَیْرُ کَافِیَۃٍ فِی النَّجَاسَۃِ عَلٰی مَا مَرَّ اَنَّھَا تَثْبُتُ بِاجْتِمَاعِ الْاَمْرَیْنِ .فَاِنْ عَدِمَ الْمَاءُ اِلَّا نَبِیْذَ التَّمَرِ قَالَ اَبُوْحَنِیْفَۃَؒ بِالْوُضُوْءِ بِہٖ فَقَطْ وَاَبُوْ یُوْسُفَؒ بِالتَّیَمُّمِ فَحَسْبُ وَ مُحَمَّدٌؒ بِھِمَا وَالْخِلَافُ فِیْ نَبِیْذٍ ھُوَ حُلْوٌ رَقِیْقٌ یَسِیْلُ کَالْمَاءِ اَمَّا اِذَا اشْتَدَّ وَصَارَ مُسْکِراً لَا یُتَوَضَّأُ بِہٖ اِجْمَاعاً.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے (ب) دونوں مسئلوں کی مکمل تشریح کرکے بتائیے کہ نبیذ تمر کسے کہتے ہیں اور اس کی کتنی قسمیں ہیں؟ اور کس نبیذ تمر میں اختلاف ہے نیز اشتداد کا کیا مفہوم ہے اور امام صاحب کی دلیل بھی پیش کیجئے۔

### الجواب

**(الف) ترجمہ**: اور رہا غیر ماکول اللحم میں تو اس وجہ سے کہ اختلاطِ دم نہیں پایا گیا اور محض حرمت نجاست کے لئے کافی نہیں ہے جیسا کہ گزر چکا کہ وہ ثابت ہوتی ہے اجتماعِ امرین یعنی حرمت اور اختلاطِ دم سے۔

پس اگر نبیذِ تمر کے سوا کوئی پانی نہ ہو تو امام ابوحنیفہؒ نے صرف اس سے وضو کرنے کے لئے کہا ہے اور امام ابو یوسفؒ نے صرف تیمّم کرنے کے لئے کہا ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ وضو اور تیمّم دونوں کرے، اور اختلاف اس نبیذ میں ہے جو رقیق و میٹھی ہو اور پانی کی طرح سیال ہو بہرحال اگر وہ گاڑھی ہو جائے اور نشہ آور ہو جائے تو اس سے بالاتفاق وضو جائز نہ ہوگا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(ب) تشریح: واما فی غیر ما کول اللحم الخ: خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ماکول اللحم اور غیر ماکول اللحم کے سور (جھوٹا) میں جو اختلاف ہے اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ دونوں کے جھوٹے میں یہ فرق کیوں؟ اگر جھوٹا پاک ہو تو دونوں کا پاک ہونا چاہیے اور اگر ناپاک ہو تو دونوں کا ناپاک ہونا چاہیے کیونکہ اگر حکم گوشت کی وجہ سے ہے تو دونوں کا گوشت پاک ہے اور اگر خون کی وجہ سے ہے تو دونوں کا خون ناپاک ہے۔ فما الجواب؟

حاصل جواب یہ ہے کہ سور کے کے ناپاک ہونے میں دو چیزوں کا اعتبار ہے (۱) حرمتِ لحم (۲) اختلاطِ دم، جہاں یہ دونوں چیزیں ساتھ میں جمع ہوں گی تو سور ناپاک ہوگا اور جہاں یہ دونوں نہ ہوں یا ایک ہو اور ایک نہ ہو تو وہاں سور ناپاک نہ ہوگا اور غیر ماکول اللحم میں حرمتِ لحم تو ہے لیکن اختلاطِ دم نہیں ہے لہذا اس کا سور ناپاک نہ ہوگا، بلکہ پاک ہوگا اور اس سے وضو کرنا درست ہوگا۔

**فان عدم الماء الخ**: چونکہ گدھے اور خچر کے جھوٹے سے نبیذِ تمر کی مشابہت ہے کہ بعض نے ان کے ہوتے ہوئے وضو اور تیمّم دونوں کرنے کا حکم دیا ہے اس لئے اُس حکم کے بعد مصنفؒ نے اِس حکم کا ذکر کیا کہ مطلق پانی اگر نہ ہو جس سے وضو کیا جاتا ہے لیکن نبیذِ تمر ہو تو کیا حکم ہے؟

**نبیذ**: اس پانی کا نام ہے جس میں چند کھجوریں ڈال دی جاتی ہیں اور ان کی شیرینی پانی میں مل جاتی ہے۔ (نبیذ علی زنة فعیل بمعنی مفعول من نبذت الشیٔ اذا طرحتہ) (شرح الوقایہ حاشیہ ۴)

یہاں نبیذِ تمر کو خاص کرکے اس لئے ذکر کیا کہ دوسری نبیذوں مثلاً انگور، گندم، کشمش، انجیر اور چاول وغیرہ کی نبیذ سے وضو درست نہیں، ان پر قیاس کرکے نبیذِ تمر سے بھی وضو جائز نہ ہونا چاہیے، لیکن چونکہ نبیذِ تمر کے متعلق حدیث وارد ہوئی ہے کہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

"تمرة طیبة وماء طهور" یعنی کھجور پاک ہے اور پانی پاک کرنے والا ہے اس لئے نبیذ تمر سے وضو جائز قرار دیا یہی حدیث امام صاحبؒ کی دلیل ہے۔

## نبیذ تمر کی مختلف حالتیں ہیں

(۱) یہ کہ پانی میں کھجوریں ڈالی گئیں اور پانی میں کھجوروں کا اثر آنے سے پہلے ہی کھجوروں کو نکال لیا گیا تو ایسی نبیذ سے بالاتفاق وضو جائز ہے۔

(۲) دوسری حالت یہ ہے کہ پانی میں کھجور کا اثر تو پیدا ہوا یعنی مٹھاس تو آ گئی لیکن پانی اپنی رقت وسیلان کی حالت پر باقی ہے اسی نبیذ میں ائمہ ثلاثہ کا اختلاف ہے جیسا کہ متن میں گزرا۔

(۳) تیسری حالت یہ ہے کہ پانی کھجور کے اثر سے گاڑھا بھی ہو جائے اور اس کی طبیعت، رقت وسیلان زائل ہو جائے اور اس میں نشہ بھی پیدا ہو جائے تو اس صورت میں بالاتفاق اس سے وضو جائز نہ ہوگا، یہی اشتداد کا مفہوم ہے۔

## شرح الوقایہ ص:۹۱

فَلاَ یَجُوْزُ تَیَمُّمُ کَافِرٍ لِاِسْلاَمِهٖ اَیْ لاَ یَجُوْزُ الصَّلٰوۃُ بِهٰذَا التَّیَمُّمِ فِیْ حَقِّ جَوَازِ الصَّلٰوۃِ اَیْ یَنْوِیْ قُرْبَةً مَّقْصُوْدَةً سَوَاءٌ لاَ تَصِحُّ بِدُوْنِ الطَّهَارَةِ کَالصَّلٰوۃِ اَوْ تَصِحُّ کَالْاِسْلاَمِ وَعِنْدَهُمَا قُرْبَةٌ مَّقْصُوْدَةٌ لاَ تَصِحُّ اِلَّا بِالطَّهَارَةِ.

(الف) عبارت باعراب لکھ کر ترجمہ کیجئے (ب) کیا تیمم میں نیت فرض ہے؟ اور یہ مسئلہ کس حکم پر متفرع ہے؟ عبارت کا مطلب لکھتے ہوئے ائمہ کے اختلاف کو واضح کریں، نیز قربت مقصودہ کی تعریف کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

الجواب:

**(الف) ترجمہ:** پس جائز نہ ہوگا کافر کا تیمّم اس کے اسلام لانے کے لئے یعنی اس تیمّم سے طرفین کے نزدیک نماز جائز نہ ہوگی، اس میں امام ابو یوسفؒ کا اختلاف ہے ان کے نزدیک جوازِ صلوٰۃ کے حق میں تیمّم کے صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ اس سے قربت مقصودہ کی نیت کرے چاہے وہ قربت مقصودہ بغیر طہارت کے صحیح نہ ہوتی ہو، جیسے نماز، اور چاہے صحیح ہو جاتی ہو جیسے اسلام۔ اور طرفینؒ کے نزدیک (تیمّم سے نماز جائز ہونے کے لئے) ایسی قربت مقصودہ کی نیت شرط ہے جو بغیر طہارت کے صحیح نہ ہوتی ہو۔

**(ب) تشریح:** یہ مسئلہ تیمّم میں نیت کے فرض ہونے پر متفرع ہے، چنانچہ احناف کے نزدیک تیمّم میں نیت کرنا فرض ہے، امام زفرؒ کا اختلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ تیمّم وضو کا خلیفہ ہے اور خلیفہ کا وہی حکم ہوتا ہے جو اصل کا ہوتا ہے اور وضو میں نیت فرض نہیں ہے لہذا تیمّم میں بھی نیت فرض نہ ہوگی، ہماری دلیل باری تعالیٰ کا قول "فتیمموا صعیداً طیباً" ہے کہ خود اس میں قصد وارادہ کے معنی ہیں اور جب تیمّم کے معنی خود قصد وارادہ کے ہیں تو اس میں اگر نیت کو فرض نہ قرار دیا جائے تو پھر تیمّم کا کوئی مطلب نہ رہے گا۔

**فلا یجوز تیمم کا فر الخ:** اگر کافر اسلام قبول کرنے کی نیت سے تیمّم کرے تو کیا اس تیمّم سے نماز جائز ہے یا نہیں؟ اس میں امام ابو یوسفؒ اور طرفینؒ کا اختلاف ہے امام ابو یوسفؒ تو فرماتے ہیں کہ اس تیمّم سے اس کی نماز جائز ہوگی اور طرفینؒ فرماتے ہیں کہ جائز نہ ہوگی، اس اختلاف کی بنیاد سمجھنے سے پہلے کچھ باتیں یاد رکھیں کہ عبادتیں دو طرح کی ہیں (۱) عبادت مقصودہ (۲) عبادت غیر مقصودہ۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(۱) عبادت مقصودہ وہ ہے جن کا مقصود ہی تقرب الی اللہ ہے اور وہ بذات خود مقصود ہو کسی اور کے لئے وسیلہ نہ ہو جیسے اسلام، نماز، سجدۂ تلاوت وغیرہ۔

(۲) غیر مقصودہ عبادتیں وہ ہیں جو بذاتِ خود مقصود نہ ہوں بلکہ وہ دوسری عبادتوں کے لئے وسیلہ ہوں، جیسے وضو نماز کا وسیلہ ہے، اور مس صحف تلاوت کا وسیلہ ہے اور دخول مسجد وغیرہ، اب عبادات مقصودہ میں بعض تو وہ ہیں جن میں طہارت شرط ہے جیسے نماز، سجدۂ تلاوت وغیرہ۔ اور بعض وہ ہیں جن میں طہارت شرط نہیں ہے جیسے اسلام، اب اس اختلاف کی بنیاد یہ ہے کہ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک تیمم جواز صلوٰۃ کے حق میں اس وقت صحیح ہوگا جب اس تیمم سے قربت مقصودہ کی نیت کی گئی ہو چاہے وہ قربت مقصودہ بغیر طہارت کے صحیح ہوسکتی ہو جیسے اسلام چاہے بغیر طہارت کے صحیح نہ ہوسکتی ہو جیسے نماز۔

اور طرفینؒ کے نزدیک ایسی قربت مقصودہ شرط ہے جو بغیر طہارت کے صحیح نہ ہوتی ہو، لہذا مذکورہ مسئلہ میں طرفینؒ کے نزدیک اسلام قبول کرنے کی نیت سے کیا ہوا تیمم جوازِ صلوٰۃ کے حق میں صحیح نہ ہوگا، اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک صحیح ہوگا، البتہ کافر نے اگر وضو کیا اور اس کے بعد اسلام لے آیا تو چاہے یہ وضو نیت سے کیا ہو یا بغیر نیت کے کیا ہو ہمارے نزدیک اس وضو سے اس کی نماز صحیح ہو جائے گی کیونکہ ہمارے نزدیک وضو میں نیت شرط نہیں ہے، اور امام شافعیؒ کے نزدیک اس وضو سے نماز صحیح نہ ہوگی کیونکہ ان کے نزدیک وضو میں نیت شرط ہے اور چونکہ کافر نیت کا اہل نہیں ہے لہذا ان دونوں صورتوں میں نیت نہیں پائی گئی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

## شرح الوقایہ ص:۹۲

وَ يَصِحُّ فِي الْوَقْتِ اِتِّفَاقاً وَقَبْلَهُ خِلاَفاً لِلشَّافِعِيِّ فَلاَ يَجُوْزُ بِهِ الصَّلٰوةُ اِلاَّ فِي الْوَقْتِ عِنْدَهُ وَهٰذَا بِنَاءٌ عَلٰى مَا عُرِفَ فِيْ اُصُوْلِ الْفِقْهِ اَنَّ التُّرَابَ خَلْفٌ ضَرُوْرِيٌّ وَعِنْدَنَا خَلْفٌ مُّطْلَقٌ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) یصح کی ضمیر کا مرجع ظاہر کر کے مطلب لکھیں، خلف ضروری اور خلف مطلق کی وضاحت کریں، نیز مسلکِ احناف کی تائید کس حدیث سے ہوتی ہے اس کو بیان کریں۔

الجواب

**(الف) ترجمہ:** اور تیمّم صحیح ہے وقت میں بالاتفاق، اور وقت سے پہلے بھی صحیح ہے، اس میں امام شافعیؒ کا اختلاف ہے کہ ان کے نزدیک تیمّم سے نماز جائز نہ ہوگی مگر وقت میں، اور یہ بناء ہے اس پر جو اصولِ فقہ میں جانا گیا ہے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک مٹی پانی کا خلف ضروی ہے اور ہمارے نزدیک خلف مطلق ہے۔

**(ب) تشریح: یصح ای یصح التیمم۔**

صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے نماز کے وقت میں تیمّم کیا ہو تو اس سے بالاتفاق اس وقت کی نماز جائز ہے، البتہ اگر اس وقت سے پہلے تیمّم کر لیا ہو تو کیا اس سے نماز جائز ہے یا نہیں؟ اس میں ہمارا اور امام شافعیؒ کا اختلاف ہے، ہمارے نزدیک تو نماز جائز ہے لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے، اس اختلاف کی بنیاد یہ ہے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک مٹی یعنی تیمّم پانی کا خلف ضروری ہے اور جو چیز ضرورتاً ثابت ہوتی ہے وہ ضرورت کے حد تک ہی رہتی ہے، لہذا جس وقت ضرورت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ہوگی اس وقت تیمّم کرنا ہوگا اور ایک وقت کا تیمّم دوسرے وقت کے لئے نا کافی ہوگا۔

اور احناف کے نزدیک مٹی پانی کا خلف مطلق ہے لہذا وہ اصل کی طرح ہوگا یعنی جس طرح وقت سے پہلے وضو جائز ہے اور ایک وضو سے کئی وقت کی نمازیں پڑھی جا سکتی ہیں، اسی طرح وقت سے پہلے تیمّم بھی جائز ہوگا اور ایک تیمّم سے کئی نمازیں پڑھی جاسکتی ہیں، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول "التراب طهور المسلم ولو الی عشر حجج" کہ مٹی مسلمانوں کے لئے طہور ہے اگر چہ دس سال تک ہو، یہ حدیث ہمارے قول کی تائید کرتی ہے کہ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو وقت کے ساتھ متعین نہیں کیا بلکہ دس سال تک کہہ کر اس کو عام کر دیا جس سے پتہ چلتا ہے کہ تیمّم خلف ضروری نہیں بلکہ خلف مطلق ہے اور مطلق طور پر پاکی کا فائدہ دیتا ہے۔

## شرح الوقایہ ص:۹۴

اَقُوْلُ : اِنْ اَرَدْتَّ اَنْ تَسْتَوْعِبَ الْاَقْسَامَ کُلَّهَا فَاعْلَمْ اَنَّهٗ اِذَا رَأَی الْمَاءَ خَارِجَ الصَّلٰوۃِ وَ صَلّٰی وَ لَمْ یَسْأَلْ بَعْدَ الصَّلٰوۃِ لِیَظْهَرَ الْعِجْزُ اَوِ الْقُدْرَۃُ فَعَلٰی مَا ذُکِرَ فِی الْمَبْسُوْطِ سَوَاءٌ غَلَبَ عَلٰی ظَنِّهٖ الْاِعْطَاءُ اَوْ عَدَمُهٗ اَوْ شَکَّ فِیْهِمَا وَ هِیَ مَسْئَلَةُ الْمَتَنِ وَ اِذَا رَأَی فِی الصَّلٰوۃِ وَ لَمْ یَسْأَلْ بَعْدَهَا فَکَذَا. وَاِنْ رَأَی خَارِجَ الصَّلٰوۃِ وَلَمْ یَسْأَل وَ صَلّٰی ثُمَّ سَأَلَهٗ فَاِنْ اَعْطٰی بَطَلَتْ صَلٰوتُهٗ ،وَ اِنْ اَبٰی تَمَّتْ سَوَاءٌ ظَنَّ الْاِعْطَاءَ اَوِ الْمَنْعَ اَوْ شَکَّ فِیْهِمَا وَ اِنْ رَأَی فِی الصَّلٰوۃِ فَکَمَا ذُکِرَ فِی الزِّیَادَاتِ.

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے (ب) ہر ہر جزء کی الگ الگ مکمل تشریح کیجئے۔

الجواب:

**(الف) ترجمہ:** میں کہتا ہوں کہ اگر تو تمام اقسام کا احاطہ کرنا چاہے تو جان لے کہ اگر اس نے پانی خارج صلوٰۃ دیکھا اور تیمّم کر کے نماز پڑھ لی اور نماز کے بعد طلب بھی نہ کیا تا کہ عجز یا قدرت ظاہر ہو جائے تو حکم وہی ہوگا جیسا کہ مبسوط میں ذکر ہے (یعنی عدمِ جوازِ صلوٰۃ کا) چاہے اس کا ظن غالب دینے کا ہو یا نہ دینے کا ہو یا دونوں میں شک ہو اور یہی متن کا مسئلہ ہے۔ اور جب متیمم نے نماز میں پانی دیکھا اور نماز کے بعد طلب نہیں کیا تو حکم اسی طرح ہوگا (یعنی عدمِ جواز صلوٰۃ کا) اور اگر خارجِ صلوٰۃ پانی دیکھا اور بغیر مانگے نماز پڑھ لی پھر نماز کے بعد مانگا، اب اگر اس نے دے دیا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی اور اگر انکار کر دیا تو اس کی نماز پوری ہو جائے گی، چاہے دینے کا گمان تھا یا نہ دینے کا یا دونوں میں شک تھا اور اگر نماز میں دیکھا تو وہی حکم ہوگا جو زیادات میں مذکور ہے۔

**(ب) تشریح:** شارح علیہ الرحمہ یہاں اس متیمم کے احکام بیان کرنا چاہ رہے ہیں جو پانی کو دیکھتا ہے کہ اس کے کیا احکام ہیں؟ ظاہر ہے کہ یہ متیمم جو پانی کو دیکھ رہا ہے یا تو نماز کی حالت میں ہوگا یا خارجِ صلوٰۃ ہوگا یعنی ابھی اس نے نماز شروع نہ کی ہوگی، اب اگر وہ خارجِ صلوٰۃ ہو اور اس نے پانی طلب کئے بغیر نماز پڑھ لی تو وہی حکم ہوگا جو مبسوط میں مذکور ہے یعنی نماز کے صحیح نہ ہونے کا کیونکہ تیمّم کے جائز ہونے کا جو حکم ہے وہ حقیقتِ عجز کی صورت میں ہے اور یہاں اس نے سوال نہیں کیا جس کی وجہ سے حقیقتِ عجز یا حقیقتِ قدرت کا ظہور نہیں ہوا اور چونکہ پانی عادۃً خرچ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

کرنے کے لئے دیا جاتا ہے لہذا حقیقتِ عجز کا حکم نہیں لگایا جا سکتا، لہذا اس کے لئے سوال کرنا ضروری ہوگا چاہے اس کو دینے کا گمان ہو یا دینے نہ دینے میں شک ہو یا نہ دینے کا گمان ہو، دینے کے گمان کی صورت میں تو یہ بات بالکل اظہر ہے اور شک کی صورت میں بھی، البتہ نہ دینے کا گمان ہو تو فتویٰ اس بات پر ہے کہ اس کے لئے طلب کرنا واجب نہ ہوگا بلکہ اس کی نماز صحیح ہو جائے گی، گمان کو حقیقتِ عجز کا قائم مقام کرتے ہوئے اور اگر وہ نماز میں ہو اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد اس نے طلب نہ کیا تو بھی یہی حکم ہوگا یعنی اس کی نماز صحیح ہو جائے گی۔

ایک دوسری صورت یہ ہے کہ اس نے خارجِ صلوٰۃ پانی دیکھا اور طلب کئے بغیر نماز پڑھ لی اور نماز پڑھنے کے بعد پانی طلب کیا تو اگر اس نے پانی دے دیا تو اس کو وضو کر کے نماز دھرانی ہوگی اور اگر انکار کر دیا تو اس کی نماز پوری ہو جائے گی، چاہے اس کا ظنِ غالب دینے کا تھا یا نہ دینے کا تھا یا دونوں میں شک تھا، کیونکہ حقیقتِ عجز اور حقیقتِ قدرت کا ظہور ہو گیا، لہذا ظن کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔

تیسری صورت یہ ہے کہ اس نے پانی نماز کی حالت میں دیکھا تو اس کا حکم زیادات کے اندر مذکور حکم کی طرح ہوگا یعنی اگر ظنِ غالب دینے کا ہو تو نماز توڑ دے اور اگر دینے یا نہ دینے میں شک ہو تو نماز نہ توڑے بلکہ یوں ہی نماز پوری کر لے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

## شرح الوقایہ ص:۹۶

فَاِنْ قَالَ صَاحِبُ الْمَاءِ لِجَمَاعَةٍ مِّنَ الْمُتَيَمِّمِيْنَ لِيَتَوَضَّأَ بِهٰذَا الْمَاءِ اَيُّكُمْ شَاءَ عَلَى الْاِنْفِرَادِ وَالْمَاءُ يَكْفِيْ لِكُلِّ وَاحِدٍ مُنْفَرِدًا يَنْتَقِضُ تَيَمُّمُ كُلِّ وَاحِدٍ ، اَمَّا اِذَا قَالَ : هٰذَ الْمَاءُ لَكُمْ وَقَبَضُوْا لَا يَنْتَقِضُ تَيَمُّمُهُمْ .

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے (ب) مسئلہ کی دونوں صورتیں، ان کا حکم اور ان میں وجہِ فرق بیان کیجئے۔

الجواب:

**(الف) ترجمہ:** پس اگر صاحبِ ماء نے تیمّم کرنے والوں کی ایک جماعت سے کہا کہ تم میں سے جو چاہے اس پانی سے انفرادی طور پر وضو کرلے، اور حال یہ ہے کہ وہ پانی ان تمام میں سے کسی ایک کے لئے انفرادی طور پر کافی ہے، (ہر ایک کے لئے کافی نہیں ہے) تو ان میں سے ہر ایک کا تیمّم ٹوٹ جائے گا۔

اور بہرحال جب صاحبِ ماء کہے کہ یہ پانی تمہارے لئے ہے اور انہوں نے اس پر قبضہ بھی کرلیا تو بھی ان کا تیمّم نہیں ٹوٹے گا۔

**(ب) تشریح:** سب سے پہلے یہ جاننا چاہئے کہ قدرت دو طرح سے ثابت ہوتی ہے یا تو ملکیت سے یا تو اباحت سے، یعنی آدمی مذکورہ مسئلہ میں کسی طرح پانی کا مالک بن جائے یا اس کے لئے کسی طرح پانی کا استعمال کرنا مباح ہوجائے، ملکیت کی صورت میں تو مسئلہ بالکل واضح ہے، البتہ اباحت کی مختلف صورتیں ہوسکتی ہیں، شارحؒ نے اس میں سے دو صورتیں بیان فرمائی ہے۔

(ا) یہ کہ صاحب ماء نے تیمّم کرنے والوں کی ایک جماعت کو مخاطب ہوکر کہا کہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

تم میں سے جو چاہے اس پانی سے وضو کر سکتا ہے اس حال میں کہ وہ پانی صرف ایک شخص کے وضو کے لئے کافی ہو سکتا ہے، اب چوں کہ اس نے یہاں کسی ایک کو متعین کر کے نہیں کہا اس لئے ہر ایک کو انفرادی طور پر پانی پر قدرت حاصل ہو گی جس کی وجہ سے ہر ایک کا تیمّم ٹوٹ جائے گا، اب ان میں سے کوئی ایک اس پانی سے وضو کرے تو بقیہ لوگوں کو اپنا تیمّم دہرانا ہو گا۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ اس پانی کو جو صرف ایک شخص کے وضو کے لئے کافی ہو سکتا ہے اس صاحبِ ماء نے پوری جماعت کو دے دیا اور یہ کہا کہ یہ پانی تمہارے لئے ہے اور ان لوگوں نے اس پر قبضہ بھی کر لیا تو اس میں سے کسی کا تیمّم نہیں ٹوٹے گا، اس مسئلہ کا یہ حکم تو ہمارے ائمہ کے نزدیک متفقہ ہے، البتہ وجوہات میں صاحبینؒ اور امام ابوحنیفہؒ کا اختلاف ہے، اور اس اختلاف کی اصل بنیاد یہ ہے کہ صاحبینؒ کے نزدیک ہبۂ مشاع (مشترک چیز کا ہبہ کرنا جس کی تقسیم سے کسی کا فائدہ نہ ہو) صحیح ہے اور جن لوگوں پر ہبہ کیا گیا ہے وہ مشترک طور پر مالک ہوں گے۔ اور امام ابوحنیفہؒ کے صحیح قول میں ہبۂ مشاع صحیح نہیں ہے جس سے ملکیت کسی طرح ثابت نہیں ہو سکتی۔

لہذا مذکورہ مسئلہ میں صاحبینؒ کے نزدیک اگر چہ وہ لوگ اس پانی کے مالک ہو گئے لیکن مشترک طور پر مالک ہونے کی وجہ سے ہر ایک اتنی مقدار کا مالک ہوا جو اس کے وضو کے لئے کافی نہیں ہے، لہذا ان کا تیمّم نہیں ٹوٹے گا، اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تو ملکیت ہی ثابت نہیں ہے، اس لئے تیمّم کے ٹوٹنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

البتہ اس اختلاف کا ثمرہ اس صورت میں ظاہر ہو گا جب کہ ان تمام نے متفقہ طور پر اس پانی کو کسی ایک کے لئے مباح کر دیا تو اس صورت میں صاحبینؒ کے نزدیک اس

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

شخص کا تیمّم ٹوٹ جائے گا، اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک نہیں ٹوٹے گا کیوں کہ ان کے نزدیک یہ لوگ اس پانی کے مالک ہی نہیں ہوئے بلکہ وہ پانی اب بھی صاحبِ ماء ہی کی ملکیت ہے، لہذا ان کا اس شخص کے لئے پانی کو مباح کرنا صحیح نہیں ہے، اور اس کا تیمّم بھی نہیں ٹوٹے گا۔

## شرح الوقایہ ص: ۹۷

وَ نُدِبَ لِرَاجِيهِ اَنْ يُؤَخِّرَ صَلاتَهُ آخِرَ الْوَقْتِ. فَلاَ صَلّٰى بِاالتَّيَمُّمِ فِيْ اَوَّلِ الْوَقْتِ ثُمَّ وَجَدَ الْمَاءَ وَالْوَقْتُ بَاقٍ لاَ يُعِيْدُ الصَّلٰوةَ وَيَجِبُ طَلَبُهُ قَدْرَ غَلْوَةٍ لَوْظَنَّهُ قَرِيْباً وَ اِلَّا فَلاَ.

وَلَوْ نَسِيَهُ مُسَافِرٌ فِيْ رَحْلِهٖ فَصَلّٰى مُتَيَمِّماً ثُمَّ ذَكَرَهُ فِيْ الْوَقْتِ لَمْ يُعِدْ اِلَّا عِنْدَ اَبِيْ يُوْسُفَؒ وَالْخِلاَفُ فِيْمَا اِذَا وَضَعَهُ بِنَفْسِهٖ اَوْ وَضَعَهُ غَيْرُهُ بِاَمْرِهٖ. وَ اَمَّا اِذَا وَضَعَهُ غَيْرُهُ وَهُوَ لاَ يَعْلَمُ فَقَدْ قِيْلَ يَجُوْزُ التَّيَمُّمُ اِتِّفَاقاً وَقِيْلَ الْخِلاَفُ فِي الْوَجْهَيْنِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، (ب) راجیـــــه کی ضمیر کا مرجع متعین کرتے ہوئے مذکورہ مسائل کی تشریح کریں، نیز غلوہ کی مقدار بھی بیان کریں، اور امام ابو یوسفؒ کا اختلاف مطلق ہے یا کسی خاص صورت میں اگر خاص صورت میں ہو تو اس کو تحریر کریں (ج) خط کشیدہ قیود کے فوائد تحریر کرتے ہوئے بعد الوقت کے احکام بھی لکھئے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

**الجواب:**

(الف) ترجمہ: اور پانی کے امیدوار کے لئے مستحب ہے کہ وہ اپنی نماز کو آخری وقت تک مؤخر کرے، پس اگر اس نے اول وقت میں تیمّم کر کے نماز پڑھ لی پھر پانی کو پالیا اس حال میں کہ وقت باقی ہے تو نماز کا اعادہ نہ کرے اور اگر پانی کے قریب ہونے کا گمان ہو تو ایک غلوہ کی مقدار طلب کرنا واجب ہے، ورنہ واجب نہیں ہے۔

اور اگر مسافر اپنے کجاوے میں پانی بھول جائے اور تیمّم کر کے نماز پڑھ لے پھر اس کو وقت کے اندر یاد آجائے تو نماز کا اعادہ نہ کرے مگر امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اور یہ اختلاف اس صورت میں ہے جب کہ وہ پانی اس نے خود رکھا ہو، یا اس کے حکم سے کسی دوسرے نے رکھا ہو، بہر حال اس صورت میں جب کسی دوسرے نے رکھا ہو اور یہ نہ جانتا ہو تو کہا گیا ہے کہ اس کا تیمّم بالاتفاق جائز ہے اور بعض نے یہ کہا ہے کہ اختلاف دونوں صورتوں میں ہے (چاہے جانتا ہو یا نہ جانتا ہو)

(ب) تشریح: لراجیه ای لراجی الماء:

مصنف علیہ الرحمہ نے اب تک تو پانی پر قدرت نہ ہونے اور پانی موجود نہ ہونے کی صورتوں میں مطلقاً تیمّم کی اجازت کو بیان فرمایا تھا، اب یہاں سے یہ بیان فرما رہے ہیں کہ اگر کوئی مسافر سفر میں ہے اور اس کو اس بات کی امید ہے کہ آگے چل کر پانی مل سکتا ہے تو اگر چہ پانی نہ ہونے کی وجہ سے اس کو تیمّم کی اجازت ہے، لیکن مستحب یہ ہے کہ وہ نماز کو آخری وقت تک مؤخر کرے، پانی مل جائے تو وضو کر کے نماز پڑھ لے اور اگر پانی نہ ملے تو آخری وقت میں تیمّم کر کے نماز پڑھ لے، لیکن اگر اس نے آخری وقت تک نماز کو مؤخر نہ کیا اور اول وقت میں تیمّم سے نماز پڑھ لی اور آگے جانے کے بعد اس کو پانی مل گیا اور نماز کا وقت بھی باقی ہے تب بھی اس کو نماز دہرانے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

کی ضرورت نہیں ہے، البتہ جس کو یہ گمان ہو کہ پانی قریب ہی مل سکتا ہے تو اس پر غلوہ کی مقدار طلب کرنا واجب ہے اور اگر قریب ہونے کی امید نہ ہو تو طلب کرنا واجب نہ ہوگا، اس سلسلہ میں امام ابو یوسفؒ سے یہ مروی ہے کہ اگر پانی اتنی دور ہو کہ اگر وہ جا کر وضو کرے تو قافلہ غائب ہو جائے اور اس کی نظروں سے اوجھل ہو جائے تو یہ دور شمار ہوگا اور اس کے لئے تیمّم جائز ہوگا، صاحبِ محیط نے فرمایا کہ یہ صورت بہت بہترین ہے۔

**غَلوہ: بفتح اللام**: اس کی اصل یہ ہے کہ تیر انداز اپنی کمان سے تیر پھینکے پس وہ تیر جہاں جا کر گرے اور جہاں سے تیر انداز نے تیر پھینکا اس درمیانی مقدار کو غلوہ کہتے ہیں جس کا شارحؒ نے تین سو سے چار سو گز کی مقدار کے فاصلے سے اندازہ لگایا ہے۔

**ولونیسہ مسافر الخ** :صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ مسافر نے تیمّم کر کے نماز پڑھ لی حالانکہ اس کے کجاوہ میں پانی تھا لیکن وہ بھول گیا تھا تو اب اس کی دو صورتیں ہوں گی (۱) یا تو اس پانی کا علم اسے تھا بایں طور کہ وہ پانی اس نے خود رکھا ہو یا اس کے حکم سے کسی دوسرے نے رکھا ہو (۲) یا اس پانی کا اسے علم نہ تھا بایں طور کہ وہ پانی اس کی لاعلمی میں کسی اور نے رکھ دیا تھا اس صورت میں تو بالاتفاق کسی کے نزدیک بھی نماز کے اعادہ کی بالکل ضرورت نہ ہوگی، یہی قول صحیح ہے۔

لیکن پہلی والی صورت میں جب کہ اسے پانی کا علم تھا لیکن وہ بھول گیا تھا تو اس صورت میں طرفینؒ کے نزدیک نماز کے اعادہ کی ضرورت نہ ہوگی اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس پر نماز کا اعادہ واجب ہوگا چاہے وقت میں یاد آیا ہو یا وقت کے بعد کیونکہ جب اس کے کجاوہ میں پانی موجود تھا تو وہ پانی پر قادر تھا لہٰذا اس کے نسیان کا اعتبار نہ ہوگا اور اس کا تیمّم بھی صحیح نہ ہوگا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

طرفینؒ کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ پانی پر قدرت جب ہی ہو سکتی ہے جب اس کو پانی کا علم ہو اور اس صورت میں بھولنے کی وجہ سے اس کے لئے پانی پر قدرت ہی نہیں رہی، لہذا اس کا تیمّم صحیح ہوگا اور کسی بھی صورت میں نماز کا اعادہ واجب نہ ہوگا، اسی پہلی والی صورت میں امام ابو یوسفؒ کا اختلاف ہے۔

(ج) **ولو نسیه**: نسیان کہہ کر شک اور وہم وغیرہ کو مستثنیٰ کر دیا، اس لئے کہ اگر اسے شک ہوا کہ شاید پانی ختم ہو چکا اور اس نے تیمّم کر کے نماز پڑھ لی پھر پانی پایا یعنی پانی نہ ہونے کا جو شک تھا وہ زائل ہو گیا تو بالا جماع نماز کا اعادہ کرے۔

**مُسَافِر**: یہ قید اتفاقی ہے احترازی نہیں، کیونکہ مقیم کا بھی یہی حکم ہے جو مسافر کا ہے۔

**فی الوقت**: اس سے غرض وقت کے بعد یاد آنے سے استثناء نہیں ہے، اس لئے کہ وقت کے بعد یاد آنا یا وقت کے اندر مگر نماز کے بعد یہ دونوں حکم میں برابر ہیں، البتہ دورانِ نماز یاد آئے تو نماز توڑ کر وضو کر کے نماز کا اعادہ کرنا لازم ہے۔

**بعد الوقت**: طرفینؒ کے نزدیک چاہے وقت میں آیا ہو یا وقت کے بعد بھولنے کی وجہ سے وہ نماز کا اعادہ نہیں کرے گا اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس پر نماز کا اعادہ واجب ہوگا چاہے وقت کے اندر یاد آیا ہو یا وقت کے بعد۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

## شرح الوقایہ ص:۱۰۲

فَعُلِمَ اَنَّ قَوْلَهٗ مَلْبُوْسَيْنِ عَلٰى طُهْرٍ تَامٍّ وَقْتَ الْحَدَثِ اَحْسَنُ مِنْ عِبَارَتِهِمْ ،وَهِيَ اِذَا لَبِسَهُمَا عَلٰى طَهَارَةٍ كَامِلَةٍ وَقْتَ الْحَدَثِ لِاَنَّ الْمُرَادَ الطَّهَارَةُ الْكَامِلَةُ وَقْتَ الْحَدَثِ وَهٰذَا الْوَقْتُ هُوَ زَمَانُ بَقَاءِ اللُّبْسِ لَا زَمَانَ حُدُوْثِهٖ، فَيَصِحُّ اَنْ يُّقَالَ هُمَا مَلْبُوْسَانِ عَلٰى طَهَارَةٍ كَامِلَةٍ وَقْتَ الْحَدَثِ، وَلَا يَصِحُّ اَنْ يُّقَالَ لَبِسَهُمَا عَلٰى طَهَارَةٍ كَامِلَةٍ وَقْتَ الْحَدَثِ.

(الف) عبارت باعراب لکھ کر ترجمہ کریں (ب) صورتِ مسئلہ لکھ کر عبارت کی تشریح کریں، اور دونوں عبارتوں کے فرق کو دلیل کے ساتھ بیان کریں اور بتائیں کہ پہلی عبارت احسن کیوں ہے؟

الجواب:

**(الف) ترجمہ:** پس معلوم ہوا کہ مصنفؒ کا قول "ملبوسین علی طھر تام وقت الحدث" دوسرے مصنفین کی عبارت "اذا لبسھما علی طھارۃ کاملۃ وقت الحدث" سے بہتر ہے، کیونکہ حدث کے وقت طہارت کاملہ کا ہونا مراد ہے اور یہ وقت بقاءِ لبس کا زمانہ ہے، حدوثِ لبس کا زمانہ نہیں ہے، لہٰذا "ھما ملبوسان علی طھارۃ کاملۃ وقت الحدث" کہنا صحیح ہوگا، اور "لبسھما علی طھارۃ کاملۃ وقت الحدث" کہنا صحیح نہ ہوگا۔

**(ب) تشریح:** صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ مسح چاہے خفین پر ہو چاہے جرموق یا جورب پر ان پر مسح اسی وقت صحیح ہوگا جب کہ حدث کے لاحق ہونے کے وقت طہر تام

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

یعنی مکمل پاکی پر پہنے (اور طہر تام وہ ہے جو ماء مطلق سے وضو یا غسل کے ذریعہ حاصل ہو اس کے علاوہ جو طہارت حاصل ہوتی ہے وہ طہر تام یعنی کامل طہارت نہیں بلکہ ناقص و عارضی طہارت ہے جیسے تیمّم سے یا کھجور کی نبیذ سے طہارت حاصل کرنا وغیرہ) اور حدث کے لاحق ہونے سے پہلے یہ باوضو ہو اور موزے وغیرہ پہنے ہوئے ہو تو حدث کے بعد ان پر مسح کرنا جائز ہے۔

**فعلم ان قوله ملبوسين الخ** : سے شارحؒ یہ بیان فرمارہے ہیں کہ مصنفؒ نے جو ملبوسين على طهر تام کہا ہے اس مسئلہ کی وضاحت کے لئے یہ بہت ہی بہترین عبارت ہے، برخلاف دوسرے حضرات کے کہ انہوں نے "اذا لبسهما على طهارة كاملة وقت الحدث کہا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جب ان موزوں کو طہارت کاملہ پر حدث کے وقت پہنا ہو، تو اس سے حدث کے وقت پہننے کا مطلب سمجھ میں آتا ہے، کیونکہ فعل حدوث پر دلالت کرتا ہے، حالانکہ یہاں حدوثِ لبس کا زمانہ مراد نہیں ہے بلکہ بقاءِ لبس کا زمانہ مراد ہے، لہٰذا جو لفظ بقاء پر دلالت کرتا ہو اس کو استعمال کرنا چاہئے اور وہ ملبوسین اسم مفعول کا لفظ ہے کیونکہ اسم دوام واستمرار کا معنی دیتا ہے جس سے بقاء کا فائدہ حاصل ہوگا اور فعل حدوث پر دلالت کرتا ہے، لہٰذا "اذا لبسهما" کے بجائے ملبوسین کہنا ہی بہتر ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

## شرح الوقایہ ص: ۱۰۵

وَ يُجْمَعُ خُرُوْقُ خُفٍّ لَا خُفَّيْنِ وَيُتِمُّ مُدَّةَ السَّفَرِ مَاسِحٌ سَافَرَ قَبْلَ تَمَامِ يَوْمٍ وَ لَيْلَةٍ وَ يُتِمُّهُمَا اِنْ اَقَامَ قَبْلَهُمَا وَ يَنْزِعُ اِنْ اَقَامَ بَعْدَهُمَا فَهٰهُنَا اَرْبَعُ مَسَائِلَ .لِاَنَّهُ اِمَّا اَنْ يُّسَافِرَ الْمُقِيْمُ اَوْ يُقِيْمَ الْمُسَافِرُ وَ كُلٌّ اِمَّا قَبْلَ تَمَامِ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ اَوْ بَعْدَهُمَا وَقَدْ ذُكِرَ فِي الْمَتَنِ ثَلٰثٌ مِّنْها.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) اس عبارت میں جتنے مسائل ذکر کیے گئے ہیں ان کو تفصیل کے ساتھ بیان کریں (ج) جو مسئلہ اس میں باقی رہ گیا ہو اس کی تعیین اور حکم، شارح کے بیان کے مطابق تحریر کریں۔

**الجواب:**

**(الف) ترجمہ:** اور ایک موزہ کی مختلف پھٹنوں کو جمع کیا جائے گا دو موزوں کی نہیں، اور مدتِ سفر کو پورا کرے ایسا مسح کرنے والا شخص جو ایک دن ایک رات پورا ہونے سے پہلے سفر کرے، اور دن و رات کو پورا کرے اگر مسافر ان دونوں کے پورا ہونے سے پہلے مقیم ہو جائے، اور اگر ان دونوں (دن و رات) کے پورا ہونے کے بعد مقیم ہو تو خفین کو نکال دے، پس یہاں چار مسئلے ہیں، کیونکہ یا تو مقیم مسافر ہوگا، یا مسافر مقیم ہوگا، اور دونوں میں سے ہر ایک یا تو ایک دن اور ایک رات پورا ہونے سے پہلے یا بعد میں (مقیم یا مسافر ہوگا) اور متن میں ان میں سے تین مسئلے مذکور ہیں۔

**(ب) تشریح: ویجمع خروق خف الخ**

صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ اگر موزہ مختلف جگہ سے تھوڑا تھوڑا پھٹ گیا ہو اور یہ پھٹن

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ساق کے نیچے ہو کیونکہ ساق کے اوپر کی پھٹن کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

تو حکم یہ ہے کہ اگر ایک موزہ میں اتنی پھٹن ہوگئی ہے کہ اگر ان مختلف پھٹنوں کو جمع کیا جائے تو تین انگلیوں کی مقدار ہو جائے تو اس صورت میں اس موزہ پر مسح کرنا جائز نہ ہوگا اور اگر تین انگلیوں سے کم ہو تو مسح کرنا جائز ہوگا، لیکن اگر دونوں موزوں میں پھٹن ہے اور ہر ایک موزہ میں تین انگلیوں سے کم ہے لیکن اگر دونوں موزوں کی پھٹن ملائی جائے تو تین انگلیوں کی مقدار ہو جائے مثلاً ایک موزہ میں ایک یا دو انگلیوں کی مقدار ہے اور دوسرے موزہ میں بھی ایک یا دو انگلیوں کی مقدار ہے تو اگر چہ دونوں کی پھٹن ملا کر تین انگلیوں کے برابر یا اس سے زائد ہو رہی ہے پھر بھی ان موزوں پر مسح کرنا جائز ہوگا کیونکہ تین انگلیوں کی مقدار کا اعتبار ہر موزہ میں الگ الگ طور پر ہے۔

**ویتم مدة السفر ماسحٌ الخ:** صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی مقیم مدتِ مسح کے پورا ہونے سے پہلے سفر کرے یا کوئی مسافر مدتِ مسح کے پورا ہونے سے پہلے اقامت کرے یعنی مقیم ہو جائے تو کیا حکم ہے؟ فرمایا کہ اس مسئلہ کی کل چار صورتیں ہیں (۱) یہ کہ کسی مقیم نے موزے پہنے اور ایک دن ایک رات کی مدت ختم ہونے سے پہلے سفر پر روانہ ہوگیا تو اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ یا تو وہ سفر اختیار کرے گا اس طہارت کے ٹوٹنے سے پہلے جس پر اس نے موزے پہنے ہیں اس صورت میں تو بالاتفاق وہ مدتِ سفر پوری کرے گا، دوسری صورت یہ ہے کہ یا تو طہارت کے ٹوٹنے کے بعد، مدتِ اقامت کے ختم ہونے سے پہلے سفر کرے گا تو اس صورت میں ہمارے نزدیک حکم یہ ہے کہ وہ سفر کی مدت یعنی تین دن تین رات پوری کرے، اس کو ماتنؒ نے "ویتم مدة السفر ماسح سافر قبل تمام یوم ولیلة" سے بیان فرمایا ہے، لیکن اس صورت میں امام شافعیؒ نے اختلاف کیا ہے وہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

فرماتے ہیں کہ اس صورت میں حالتِ ابتداء کا اعتبار ہوگا جیسا کہ اگر کسی مقیم نے ٹھہری ہوئی کشتی میں نماز کی ابتداء کی اور بعد میں کشتی چل پڑی تو اس کو چار رکعت ہی مکمل کرنا ہوتی ہے حالتِ ابتداء کا اعتبار کرتے ہوئے، اسی طرح اس مسئلہ میں بھی حالتِ ابتداء کا اعتبار ہوگا اور ایک دن ایک رات مکمل کر کے موزہ اتارے گا۔ اور ہماری دلیل یہ ہے کہ مسح کا حکم وقت کے ساتھ متعلق ہے اور جو چیز وقت کے ساتھ متعلق ہوتی ہے اس میں آخر وقت کا اعتبار ہوتا ہے جیسے کہ حائضہ عورت اگر آخر وقت میں پاک ہو جائے تو اس پر نماز واجب ہو جاتی ہے، اور پاک عورت آخر وقت میں حائضہ ہو جائے تو اس سے نماز ساقط ہو جاتی ہے، اسی طرح مقیم اگر مسافر ہو جائے تو آخر وقت کا اعتبار کرتے ہوئے مدتِ سفر کو پورا کرے گا۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ مسافر نے خفین پہنے اور ایک دن ایک رات پورا ہونے سے پہلے مقیم ہو گیا تو اب حکم یہ ہے کہ وہ ایک دن ایک رات مقیم کی طرح مسح کو پورا کرے اور اس کے بعد موزے اتارے، مصنفؒ نے اپنے قول **ویتمهما ان اقام قبلهما** سے اسی کو بیان کیا ہے۔

(۳) تیسری صورت یہ ہے کہ مسافر نے خفین پہنے تھے اور مدتِ سفر پورا ہونے سے پہلے لیکن مدتِ اقامت یعنی ایک دن اور ایک رات ہونے کے بعد وہ مقیم ہو گیا تو حکم یہ ہے کہ مقیم ہوتے ہی موزہ اتارے اب ان پر مسح نہیں کر سکتا، اس کو مصنفؒ نے اپنے قول "**وينزع ان اقام بعدهما**" سے ذکر کیا ہے۔

(ج) (۴) چوتھی صورت جو متن میں مذکور نہیں ہے وہ یہ ہے کہ مقیم مدتِ مسح یعنی ایک دن ایک رات پورا ہونے کے بعد سفر کرے تو اس کا حکم یہ ہے کہ اس کو موزہ اتارنا ضروری ہوگا کیونکہ مدت ختم ہوتے ہی حدث قدموں میں سرایت کر چکا ہے، چونکہ یہ مسئلہ بالکل ظاہر تھا اس لئے ماتنؒ نے اس کو الگ سے ذکر کرنے کی ضرورت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

محسوس نہیں کی۔

## شرح الوقایہ ص: ١٠٧

وَيَجِبُ اَنْ يُّعْلَمَ اَنَّ مَسْحَ الْجَبِيْرَةِ يُخَالِفُ مَسْحَ الْخُفِّ فِيْ اَنَّهٗ يَجُوْزُ عَلٰى حَدَثٍ وَلَا يُقَدَّرُ لَهٗ مُدَّةٌ، وَاِذَا سَقَطَتْ لَاعَنْ بُرْءٍ لَا يَبْطُلُ، وَاِنْ سَقَطَتْ عَنْ بُرْءٍ يَجِبُ غَسْلُ ذٰلِكَ الْمَوْضِعِ خَاصَّةً.

(الف) عبارت مع اعراب لکھ کر ترجمہ کیجئے (ب) واضح مطلب لکھئے، مسح جبیرہ اور مسح خف کے درمیان بیان کردہ چاروں فروق کو نمبر وار لکھئے (ج) ''خاصۃً'' کیوں منصوب ہے؟

الجواب:

**(الف) ترجمہ:** اور یہ جان لینا ضروری ہے کہ مسحِ جبیرہ اور مسح خف میں چند باتیں مختلف ہیں وہ یہ کہ مسحِ جبیرہ حدث پر بھی جائز ہے اور اس کی کوئی مدت متعین نہیں ہے، اور اگر جبیرہ زخم کے اچھا ہوئے بغیر گر جائے تو مسح باطل نہیں ہوتا ہے، اور اگر زخم کے اچھا ہونے پر گر جائے تو صرف اس جگہ کا دھونا واجب ہوتا ہے۔

**(ب) تشریح: جبیرۃ: بفتح الجیم، جمع جبائر:** وہ لکڑی ہے جو ٹوٹی ہوئی ہڈی پر باندھی جاتی ہے، جبیرہ کا حکم یہ ہے کہ وہ طہارت پر باندھی جائے یا بغیر طہارت کے دونوں صورتوں میں اس پر مسح جائز ہے، آج کل پلاسٹر یا زخم پر باندھی جانے والی پٹی کا بھی یہی حکم ہے۔

**خاصۃ:** مفعول مطلق ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔

شارح علیہ الرحمہ یہاں سے مسحِ جبیرہ اور مسحِ خفین کے درمیان فرق واضح کرنا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

چاہتے ہیں۔

مذکورہ چار فروق یہ ہیں (۱) جبیرہ اگر حدث کی حالت میں بھی باندھی جائے تو اس پر مسح جائز ہے جب کہ خفین پر مسح میں طہارت شرط ہے، (۲) دوسرا فرق یہ ہے کہ خفین پر مسح کی مدت متعین ہے اور مسح علی الجبیرہ کی کوئی مدت متعین نہیں ہے، بلکہ زخم اچھا ہونے تک اس پر مسح جائز ہے۔

(۳) تیسرا فرق یہ ہے کہ جبیرہ اگر زخم کے اچھا ہوئے بغیر گر جائے تو مسح باطل نہیں ہوتا ہے، جب کہ خفین میں ایک بغیر ارادہ کے بھی نکل جائے تو مسح باطل ہو جاتا ہے۔

(۴) چوتھا فرق یہ ہے کہ اگر جبیرہ زخم کے اچھا ہونے پر گر جائے تو صرف اس جگہ کا دھونا لازم ہوگا، بقیہ اعضاء کا دھونا لازم نہیں ہوگا، برخلاف خفین کے کہ اگر ایک موزہ نکل جائے تو بھی اس پر دونوں پیروں کا دھونا واجب ہوتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

## شرح الوقایہ ص:۱۰۹

وَالْمُخْتَارُ اَنَّهَا اِنْ رَأَتْ دَماً قَوِيّاً كَالْاَسْوَدِ وَ الْاَحْمَرِ الْقَانِيْ كَانَ حَيْضاً وَيُبْطِلُ الْاِعْتِدَادَ بِالْاَشْهُرِ قَبْلَ التَّمَامِ وَبَعْدَهُ لَا وَاِنْ رَأَتْ صُفْرَةً اَوْ خُضْرَةً اَوْ تُرْبِيَّةً فَهِيَ اِسْتِحَاضَةٌ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، (ب) مطلب تحریر کریں، انها کی ضمیر کا مرجع، قبل التمام اور الاعتداد بالاشهر کی مراد کی تعیین بالخصوص مطلوب ہے۔

الجواب:

**(الف) ترجمہ** : اور مختار یہ ہے کہ اگر سن ایاس کو پہنچنے والی عورت نے قوی خون دیکھا جیسے کہ سیاہ اور گہرا سرخ تو وہ حیض ہوگا اور وہ حیض مہینوں سے عدت گزارنے کو باطل کردے گا مہینوں کے پورا ہونے سے پہلے، بعد میں نہیں، اور اگر اس نے زرد رنگ یا سبز رنگ یا مٹیالے رنگ کا خون دیکھا تو وہ استحاضہ ہے۔

**(ب) تشریح: والمختار انها ای بالغة الا یاس۔**

**حیض کی اصطلاحی تعریف** : هو دم ینفضه رحم امرأة بالغة لاداء بها ولم تبلغ الا یاس . یعنی حیض وہ خون ہے جس کو بالغہ عورت کا رحم خارج کرتا ہے، ایسی بالغہ جس کو بیماری نہ ہو اور نہ وہ سن ایاس کو پہنچی ہو، سن ایاس کے تعلق سے فقہاء کے مختلف اقوال ہیں، بعض حضرات ساٹھ سال کہتے ہیں، بعض پچپن اور بعض پچاس کہتے ہیں، لیکن یہ کوئی حتمی نہیں ہے عورتوں کی صحت کے اعتبار سے اس میں فرق ہوتا ہے، بعض اوقات ستر سال کی عمر تک بھی عورتوں کو حیض آتا ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

اور بعض اوقات پینتالیس سال میں بھی حیض بند ہوسکتا ہے، اسی کی طرف شارح نے اپنے قول والمختار انها الخ سے اشارہ کیا ہے کہ اگر سن ایاس کو پہنچی ہوئی عورت کالا یا گہرا سرخ خون دیکھے تو وہ حیض ہی ہوگا، اب اگر کسی آئسہ کو طلاق دی گئی اور وہ مہینوں کے اعتبار سے عدت گزار رہی تھی کہ اس نے سیاہ یا گہرا سرخ خون دیکھا تو اگر یہ خون عدت کے پورا ہونے سے پہلے دیکھا تو اس کی مہینے والی عدت باطل ہو جائے گی اور اس کو حیض سے اپنی عدت شمار کرنی ہوگی، مثلاً طلاق کے بعد اس نے دو مہینوں تک خون نہیں دیکھا اور اس کے بعد تین مہینہ مکمل ہونے سے پہلے خون دیکھا تو اس کی مہینوں سے عدت باطل ہو جائے گی، اور اس کو از سرِ نو حیض سے عدت پوری کرنی ہوگی، اور اگر تین مہینہ پورا ہونے کے بعد خون دیکھتی ہے تو اس کی عدت پوری ہو چکی اب حیض سے عدت گزارنے کا حکم نہیں دیا جائے گا اور اگر اس کے بعد اس نے دوسرا نکاح کر لیا تو وہ بھی صحیح ہو جائے گا، قبل التمام اور الاعتداد بالاشہر کی اچھی طرح وضاحت ہوگئی۔

اور اگر وہ زرد رنگ یا سبز رنگ یا مٹیالے رنگ کا خون دیکھے تو وہ حیض نہیں بلکہ استحاضہ کا خون کہلائے گا جو کہ بیماری کی وجہ سے آتا ہے۔

❁❁❁

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

# شرح الوقایہ ص:۱۱۴

فَقَالَ يَمْنَعُ الصَّلٰوةَ وَالصَّوْمَ وَيُقْضٰى هُوَ لَا هِيَ، وَدُخُولَ الْمَسْجِدِ وَالطَّوَافَ وَاسْتِمْتَاعَ مَا تَحْتَ الْإِزَارِ وَلَا تَقْرَأُ كَجُنُبٍ وَنُفَسَاءَ بِخِلَافِ الْمُحْدِثِ وَلَا تَمَسُّ هٰؤُلَاءِ مُصْحَفاً إِلَّا بِغِلَافٍ مُتَجَافٍ.

(الف) عبارت پر اعراب لگایئے، ضمائر کے مراجع ظاہر کرتے ہوئے ترجمہ کیجئے (ب) مطلب واضح کیجئے، ایامِ حیض کے متروکہ صوم کی قضاء واجب ہونے اور صلوٰۃ کی قضاء کے عدمِ وجوب کے وجوہ حسبِ بیانِ شارح تحریر کیجئے۔ (ج) نیز استمتاع ماتحت الازار کی تشریح بھی حسبِ بیان شارح کیجئے۔

**الجواب:**

**(الف) ترجمہ:** پس مصنفؒ نے فرمایا کہ حیض نماز اور روزہ کو منع کرتا ہے، اور روزہ کی قضاء کی جائے گی نہ کہ نماز کی، اور (حیض منع کرتا ہے) مسجد میں داخل ہونے سے اور طواف سے اور ماتحت الازار (یعنی ناف کے نیچے) فائدہ اٹھانے سے۔ اور حائضہ قرآن نہ پڑھے جنبی اور نفاس والی عورتوں کی طرح برخلاف محدث (بے وضو) کے۔

اور چھوئیں یہ سب (یعنی حائضہ، جنبی، نفاس والی عورت اور محدث) قرآن مجید کو مگر ایسے غلاف کے ساتھ جو اس قرآن سے جدا ہو۔

**(ب) تشریح:** یمنعُ ای الحیضُ الصلوٰةَ والصومَ ویقضی هو لاهی یعنی حیض نماز اور روزہ کے لئے مانع ہے اور روزوں کی قضاء کی جائے گی نماز کی نہیں، یہاں ایک وہم پیدا ہوتا ہے کہ روزہ اور نماز حکم کے اعتبار سے برابر ہیں تو یہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

فرق کیوں کہ روزہ کی قضاء تو واجب اور نماز کی قضاء واجب نہیں؟ اس کی وجہ حضرت عائشہؓ کی حدیث ہے: كنا نحيض في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم فنؤمر بقضاء الصوم ولا نؤمر بقضاء الصلوٰة. کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حائضہ ہوتیں تو ہم کو روزۃ کی قضاء کا حکم دیا جاتا اور نماز کی قضاء کا حکم نہیں دیا جاتا۔

اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ روزہ تو سال میں صرف ایک بار فرض ہے اور نماز ہر دن میں پانچ مرتبہ فرض ہے، لہذا روزہ کی قضاء میں تو کوئی حرج نہیں ہے، لیکن نماز کے مکرر ہونے کی وجہ سے اگر اس کے قضاء کا حکم دیا جاتا تو حرج عظیم لازم آتا، اور شریعت میں حرج کو دفع کیا گیا ہے اس لئے نماز کی قضاء کا حکم نہیں دیا گیا۔

**ودخول المسجد** : حیض مسجد میں داخل ہونے سے منع کرتا ہے چاہے ٹھہرنے کے ارادہ سے ہو یا گزرنے کے ارادہ سے ہو، "لا احل المسجد لجنب ولا حائض" کی وجہ سے، کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حائضہ اور جنبی کے لئے مسجد کو حلال قرار نہیں دیا ہے، یعنی ان لوگوں کا مسجد میں داخل ہونا حرام ہے۔

**والطواف** : اسی طرح حائضہ کے لئے طواف کرنا جائز نہیں ہے، کیوں کہ بقولِ شارح طواف مسجد میں کیا جاتا ہے، لیکن بعض حضرات نے اس تعلیل کو صحیح نہیں مانا ہے بلکہ طواف اس لئے منع ہے کہ طواف کے لئے طہارت شرط ہے، اس کے باوجود اگر حائضہ نے طواف کرلیا تو وہ حلال تو ہو جائے گی، لیکن گہنگار ہوگی اور اس پر بطورِ کفارہ کے فدیہ بھی واجب ہوگا۔

(ج) **واستمتاع ما تحت الازار الخ**: یعنی حائضہ سے ناف سے لے کر گھٹنے تک فائدہ اٹھانا حرام ہے، جیسے کہ جماع یا تفخیذ یعنی عورت کی رانوں کو ملا کر اس میں ذکر کا داخل کرنا حرام ہے، کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

حائضہ سے نفع اٹھانا کہاں تک حلال ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لک ما فوق الازار" یعنی تیرے لئے ناف سے اوپر کے حصہ سے نفع اٹھانا جائز ہے ، جیسے کہ بوسہ لینا اور پستان وغیرہ کا چھونا۔ اور امام محمدؒ کے نزدیک صرف جماع حرام ہے ، بقیہ کسی بھی طرح سے نفع اٹھانا جائز ہے ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول: اصنعوا کل شیئ الا النکاح، کی وجہ سے کہ جماع کے سوا ہر چیز جائز ہے۔

**ولا تقرأ الخ:** نیز حائضہ کے لئے قرآن کی تلاوت کرنا بالاتفاق حرام ہے، البتہ مادون الآیۃ یعنی ایک آیت سے کم میں اختلاف ہے، امام کرخیؒ تو فرماتے ہیں کہ ایک آیت سے کم کی بھی تلاوت نہیں کرسکتی ، البتہ امام طحاویؒ ایک آیت سے کم کی تلاوت کو جائز قرار دیتے ہیں، برخلاف محدث کے، کیوں کہ محدث (بے وضو شخص) کے لئے قرآن مجید کا بغیر چھوئے پڑھنا یا زبانی پڑھنا جائز ہے۔

**ولا تمس هؤلاء:** یعنی حائضہ، جنبی، نفاس والی عورت اور محدث کے لئے قرآن مجید کو چھونا جائز نہیں ہے، ہاں اگر درمیان میں کوئی چیز حائل ہو تو چھو سکتے ہیں، مثلاً ایسا غلاف جو قرآن پاک سے جدا ہوسکتا ہو، لیکن شرط یہ ہے کہ جو چیز درمیان میں حائل ہو وہ قرآن یا آدمی کے تابع نہ ہو، مثلاً قرآن کی جلد اور آدمی کی آستین و دامن وغیرہ کہ ان کے ذریعہ چھونا جائز نہ ہوگا۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

## شرح الوقایہ ص: ۱۱۵

اَلصَّائِمَۃُ اِذَا حَاضَتْ فِی النَّھَارِ فَاِنْ کَانَ فِیْ آخِرِہٖ بَطَلَ صَوْمُھَا فَیَجِبُ قَضَاؤُہٗ اِنْ کَانَ صَوْماً وَّاجِباً وَاِنْ کَانَ نَفْلاً لاَ، بِخِلاَفِ صَلاَۃِ النَّفْلِ اِذَا حَاضَتْ فِیْ خِلاَلِھَا، فَاِنَّھَا تَبْطُلُ وَیَجِبُ قَضَائُھَا.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ تحریر کیجئے (ب) مطلب لکھئے ،فرض روزہ اور نماز اسی طرح نفل روزہ اور نماز کے درمیان حیض آنے کی صورت میں الگ الگ ہر ایک کے احکام اور وجہِ فرق تحریر کیجئے۔

الجواب:

**(الف) ترجمہ**: اگر روزہ دار عورت دن میں حائضہ ہوجائے ،اگر چہ وہ دن کے آخری حصہ میں ہی ہو،اس کا روزہ باطل ہوجائے گا،پس اگر روزہ واجب ہوتو اس پر اس کی قضاء لازم ہوگی اور اگر نفل روزہ ہوتو قضاء واجب نہ ہوگی ،برخلاف نفل نماز کے کہ اگر وہ نماز کے درمیان میں حائضہ ہوجائے تو نماز باطل ہوجائے گی اور اس پر اس نفل نماز کی قضاء واجب ہوگی۔

**(ب) تشریح**: اس سے پہلے شارح علیہ الرحمہ نے یہ بتلایا تھا کہ ہمارے نزدیک سقوطِ صلوٰۃ وصوم ووجوبِ صلوٰۃ وصوم میں آخری وقت کا اعتبار ہے،اس لئے ہمارے نزدیک نماز سے مقارن حصہ ہی وجوب کا سبب ہوتا ہے،لہذا تاخیر کی صورت میں سببِ وجوب آخری وقت تک منتقل ہوجائے گا۔

**الصائمة اذا حاضت الخ** : اگر روزہ دار عورت کو دن میں حیض آجائے تو اس کا روزہ باطل ہے اب اگر یہ روزہ واجب ہے مثلاً رمضان کا یا نذر کا یا قضاء کا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

روزہ تو اس کی قضاء واجب ہوگی، اور اگر نفل ہے مثلاً عرفہ کا، عاشورہ کا یا ایامِ بیض وغیرہ کا روزہ تو شارحؒ نے فرمایا کہ اس کی قضاء واجب نہیں ہے، لیکن بعض حضرات قضاء کے واجب ہونے کے قائل ہیں، اسلئے فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے کہ احتیاطاً قضاء کرلینی چاہیۓ، البتہ اگر نماز کی حالت میں حیض شروع ہوجائے تو اگر فرض نماز کی حالت میں حیض شروع ہوجائے تو اگر فرض نماز ہو تو اس کی قضاء واجب نہ ہوگی بلکہ وہ نماز اس سے ساقط ہوجائے گی، اور اگر نفل نماز ہو تو پاک ہونے کے بعد اس پر قضاء لازم ہوگی، کیوں کہ ہمارے نزدیک نفل نماز شروع کرنے کے بعد اس کا پورا کرنا واجب ہوجاتا ہے اور اگر اس کو فاسد کردے تو اس کی قضاء واجب ہوتی ہے۔

## شرح الوقایہ ص:۱۱۷

وَلَا تَمُسُّ هٰؤُلَاءِ اَیِ الْحَائِضُ وَالْجُنُبُ وَالنُّفَسَاءُ وَ الْمُحْدِثُ مُصْحَفاً اِلَّا بِغِلَافٍ مُتَجَافٍ. وَكُرِهَ بِالْكُمِّ وَلَا دِرْهَماً فِيْهِ سُوْرَةٌ اِلَّا بِصُرَّةٍ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، (ب) مطلب لکھیں، اگر درہم میں قرآن کریم کی کوئی آیت لکھی ہو تو اس کو مذکورہ لوگ چھو سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں چھو سکتے تو مصنفؒ نے سورۃ کی قید کیوں لگائی ہے؟ (ج) مذکورہ لوگ کتابتِ مصحف کر سکتے ہیں یا نہیں اس سلسلہ کی تفصیل مع اختلافِ ائمہ تحریر کریں۔

الجواب:

**(الف) ترجمہ:** اور نہ چھوئیں یہ لوگ یعنی حائضہ، جنبی، نفاس والی عورت اور محدث (بے وضوء) قرآن مجید کو مگر ایسے غلاف کے ساتھ جو اس قرآن سے جدا ہو۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

اور آستین کے ذریعہ چھونا مکروہ ہے اور نہ ایسے درہم کو چھونا جائز ہے جس میں کوئی سورت لکھی ہو مگر تھیلی کے ساتھ۔

**(ب) تشریح:** حائضہ، جنبی، نفاس والی عورت اور محدث یعنی بے وضو کے لئے قرآن مجید کو چھونا جائز نہیں ہے اسی طرح اگر درہم وغیرہ پر قرآن کی آیت یا کوئی سورت لکھی ہو تو اس کا بھی چھونا جائز نہیں، ہاں اگر درمیان میں کوئی چیز حائل ہو تو چھو سکتے ہیں، مثلاً ایسا غلاف جو قرآن سے جدا ہوسکتا ہو یا درہموں کی تھیلی لیکن شرط یہ ہے کہ جو چیز درمیان میں حائل ہو وہ قرآن یا آدمی کے تابع نہ ہو مثلاً قرآن کی جلد اور آدمی کی آستین و دامن وغیرہ کے ذریعہ چھونا جائز نہ ہوگا۔

**فیہ سورۃ الخ:** اس کا مقصد متن کے ظاہری عبارت سے پیدا ہونے والا شبہ دور کرنا ہے، شبہ یہ ہوتا ہے کہ جس پر پوری سورت لکھی ہو اسے چھونا جائز نہیں تو جس پر صرف ایک آیت لکھی ہو تو اسے چھونا ان لوگوں کے لئے شاید جائز ہوگا۔

چنانچہ اس کا جواب دیا کہ سورت کا ذکر در اصل اتفاقی ہے ورنہ ہر مقدار کے بارے میں یہی حکم ہے۔

**(ج) واما کتابۃ المصحف الخ:** یعنی جب حائضہ، نفساء اور جنبی وغیرہ قرآن مجید کی کتابت کرنا چاہے تو اگر اس مکتوب عبارات کو چھونا پڑتا ہے، تو یہ جائز نہیں، اور اگر کاغذ کسی لکڑی کی تختی وغیرہ پر رکھا ہو یا کسی دوسری الگ چیز پر رکھا ہو کہ اس وقت مکتوب کو چھونا نہیں پڑتا تو امام محمدؒ کے نزدیک یہ صورت بھی جائز نہیں ہے اس لئے کہ اس نے قرآن مجید کا ایک حصہ تحریر کیا اور اس کا حکم بھی پورے قرآن مجید والا حکم ہے۔

اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے اس لئے کہ مکتوب کی مقدار اور اس کی تبع پر وہی حکم عائد نہیں ہوتا جو پورے قرآن مجید کا ہوتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

## شرح الوقایہ ص:۱۲۱

وَسُقْطٌ يُرىٰ بَعْضُ خَلْقِهٖ وَلَدٌ فَتَصِيرُ هِيَ بِهٖ نُفَسَاءُ ، وَ الْأَمَةُ أُمَّ الْوَلَدِ وَيَقَعُ الْمُعَلَّقُ بِالْوَلَدِ وَتَنْقَضِي الْعِدَّةُ بِهٖ.

(الف) اعراب لگا کر مطلب خیز ترجمہ کیجئے (ب) "ھی " اور "بہ" کا مرجع نیز "المعلق "کا موصوف تحریر کرتے ہوئے عبارت کے ہر جزء کی الگ الگ تشریح کیجئے۔

الجواب:

**(الف) ترجمه:** اورسقط (ناتمام بچہ) جس کے بعض اعضاء ظاہر ہو گئے ہوں بچہ کے حکم میں ہے، پس وہ عورت اس خون سے (جو سقط کے بعد نکلے) نفاس والی ہو جائے گی ،اور باندی ہوتو ام ولد ہو جائے گی ،اور بچہ پر معلق طلاق واقع ہو جائے گی،اور سقط کے ذریعہ سے اس کی عدت پوری ہو جائے گی۔

**(ب) تشریح:** فتصير هي، اى المرأة .به اى بخروج الدم بعد خروج السقط ،والمعلق أى الطلاق المعلق بالولد.

**وسقط یری الخ:** اگر کسی عورت کا حمل مدت سے پہلے ساقط ہو جائے تو اگر یہ سقوط خون یا لوتھڑے کی شکل میں ہوتو اس پر کوئی حکم نہ ہوگا ،البتہ سقط یعنی وہ ناتمام بچہ جس کے کچھ اعضاء مثلاً انگلی، ناخن، بال وغیرہ ظاہر ہو گئے ہوں تو یہ مکمل بچہ کے حکم میں ہوگا اور مکمل بچہ پیدا ہونے کے بعد جتنے احکام ثابت ہوتے ہیں وہ سب ثابت ہو جائیں گے مثلاً اس کے بعد خون نکلے تو یہ نفاس کا خون ہوگا، اگر یہ عورت کسی کی باندی ہوتو ام ولد ہو جائے گی ،اور اگر اس کے شوہر نے اس کو یہ کہا کہ **ان ولدت فانت طالق** کہ اگر تو بچہ جنے تو تجھ پر طلاق تو اس سقط کے خارج

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ہونے سے وہ مطلقہ ہو جائے گی، اور اگر اس کا شوہر حمل کی حالت میں فوت ہو چکا ہو یا حمل کی حالت میں اس کے شوہر نے اس کو طلاق دی ہو تو اس سقط کے نکلنے سے اس کی عدت پوری ہو جائے گی۔

## شرح الوقایہ ص:۱۳۲

فَاِنْ قِيْلَ هٰذَا تَعْلِيْلٌ فِيْ مَعْرِضِ النَّصِّ وَهُوَ قَوْلُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الْفَجْرِ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ فَقَدْ اَدْرَكَ الْفَجْرَ وَمَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِّنَ الْعَصْرِ قَبْلَ الْغُرُوْبِ فَقَدْ اَدْرَكَ الْعَصْرَ قُلْنَا لَمَّا وَقَعَ التَّعَارُضُ بَيْنَ هٰذَا الْحَدِيْثِ وَبَيْنَ النَّهْيِ الْوَارِدِ عَنِ الصَّلٰوةِ فِي الْاَوْقَاتِ الثَّلٰثَةِ رَجَعْنَا إِلَى الْقِيَاسِ وَالْقِيَاسُ رَجَّحَ هٰذَالْحَدِيْثَ فِيْ صَلٰوةِ الْعَصْرِ وَحَدِيْثَ النَّهْيِ فِيْ صلٰوةِ الْفَجْرِ.

(الف) عبارت مع اعراب لکھ کر ترجمہ کیجئے (ب) بعدہ "فان قيل" سے کئے گئے اعتراض کو واضح کیجئے، اس قیاس کو وضاحت کے ساتھ لکھئے جس نے حدیثِ مذکور کو صلوٰۃِ عصر میں اور حدیثِ نہی کو صلوٰۃ فجر میں راجح قرار دیا ہے۔

(ج) قیاس اور تعارض کی تعریف بھی کیجئے۔

الجواب:

**(الف) ترجمہ:** پس اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ تعلیل نص کے معارض ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے: جس نے طلوعِ شمس سے پہلے فجر کی ایک رکعت پالی تو اس نے فجر پالی، اور جس نے غروبِ شمس سے پہلے عصر کی ایک رکعت پالی تو اس نے عصر پالی، تو ہم جواب دیں گے کہ جب اس حدیث اور اس حدیث کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

درمیان جس میں اوقاتِ ثلثہ میں نماز سے نہی وارد ہوئی ہے تعارض واقع ہو گیا تو ہم نے قیاس کی طرف رجوع کیا، اور قیاس نے اس حدیث کو نمازِ عصر میں ترجیح دی اور نہی والی حدیث کو نمازِ فجر میں ترجیح دی۔

**(ب) تشریح:** اس سے پہلے نمازِ فجر کے فاسد ہونے کی جو علت بیان کی گئی تھی (کہ نماز فجر اس کا تمام وقت کامل ہے اب جس نے آخر وقت میں نماز شروع کی تو وقت کامل ہونے سے نماز بھی کامل واجب ہوئی، اب اگر طلوعِ شمس سے نماز میں نقص آجائے تو نماز فاسد ہو جائے گی، کیوں کہ نماز جس طرح واجب ہوئی تھی، اس طرح ادا نہیں ہوئی) اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ آپ کی یہ تعلیل نص کے معارض ہے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کہ جو شخص طلوعِ شمس سے پہلے فجر کی ایک رکعت پالے اس نے فجر کی نماز پالی اور جو غروبِ شمس سے پہلے عصر کی ایک رکعت پالے اس نے عصر کی نماز پالی، اس حدیث سے یہ بات معلوم ہو رہی ہے کہ جس طرح غروبِ شمس سے عصر کی نماز فاسد نہیں ہوتی اسی طرح طلوعِ شمس سے فجر کی نماز فاسد نہ ہوگی اور چوں کہ حدیث کے مقابلہ میں قیاس پر عمل کرنا جائز نہیں ہے، لہٰذا آپ کا یہ قیاس باطل ہوگا۔

تو اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ اس حدیث "من ادرک رکعة الخ" اور اس حدیث میں جس کے اندر اوقاتِ ثلثہ میں نماز سے نہی وارد ہوئی ہے: قال ثلثة اوقات نهانا رسول الله صلى الله عليه وسلم ان نصلى وان نقبر فيها موتانا عند طلوع الشمس حتى ترتفع وعند زوالها حتى تزول وحين تضيف للغروب حتى تغرب الاعصر يومه. ان دونوں حدیثوں میں تعارض واقع ہو رہا ہے اور چوں کہ دونوں حدیثیں صحیح ہیں، لہٰذا بغیر کسی مرجح کے دونوں میں سے کسی کو بھی ترجیح حاصل نہ ہوگی، تو اس صورت میں جیسا کہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

قاعدہ ہے "اذا تعارضا تساقطا" قیاس کی طرف رجوع کرنا لازم ہوا، اور قیاس نے حدیث نہی کو فجر میں ترجیح دی اور حدیث ادارک کو عصر میں ترجیح دی، لہذا اس پر عمل کرتے ہوئے ہم نے حکم لگایا کہ فجر کی نماز میں اگر طلوعِ شمس کی وجہ سے نقص لازم آئے تو فجر کی نماز فاسد ہو جائے گی اور عصر کی نماز میں اگر غروبِ شمس کی وجہ سے نقص لازم آئے تو بھی عصر کی نماز فاسد نہ ہوگی۔

**(ج) قیاس کی تعریف:** هو تقدير الفرع بالأصل في الحكم والعلة، یعنی فرع کو حکم اور علت میں اصل کے برابر کرنا۔

**تعارض کی تعریف:** تعارض یہ ہے کہ دو متساوی حجتوں میں بایں طور تقابل ہو کہ ان دونوں کو جمع کرنا ممکن نہ ہو گویا ایک حجت کسی چیز کے ثبوت کو چاہتی ہو اور دوسری حجت اس کے انتفاء کو۔

## شرح الوقایہ ص: ۱۳۲

وَلاَ يُجْمَعُ فَرْضَانِ فِيْ وَقْتٍ بِلاَ حَجٍّ وَفِيْهِ خِلاَفُ الشَّافِعِيِّ وَمَنْ طَهُرَتْ فِيْ وَقْتِ عَصْرٍ وَّعِشَاءٍ صَلَّتْهَا فَقَطْ خِلاَفاً لِلشَّافِعِيِّ.

(الف) عبارت مع اعراب لکھ کر ترجمہ کیجئے، (ب) مطلب لکھتے ہوئے بلاحج کی قید کا فائدہ لکھئے، دونوں مسئلوں کی صورت لکھ کر احناف وشوافع کا اختلاف واضح طور پر تحریر کیجئے۔

الجواب:

**(الف) ترجمہ:** اور حج کے علاوہ دو فرضوں کو ایک وقت میں جمع نہیں کیا جائے گا، اور اس میں امام شافعیؒ کا اختلاف ہے، اور جو عورت (حیض یا نفاس سے)

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

عصر یا عشاء کے وقت میں پاک ہو وہ صرف وہی نماز پڑھے، اس میں امام شافعیؒ کا اختلاف ہے۔

(ب) **تشریح: بلا حج**: یعنی اوقات حج میں حاجیوں کے علاوہ، کیوں کہ حج میں عرفات کے دن حجاج لوگ ظہر اور عصر میں جمع بالتقدیم کرتے ہیں یعنی عصر کو مقدم کر کے، ظہر کے ساتھ ہی پڑھ لیتے ہیں، اور یوم النحر کی رات کو مزدلفہ میں مغرب اور عشاء میں جمع بالتاخیر کرتے ہیں یعنی مغرب کو تاخیر سے پڑھتے ہیں اور ساتھ ہی عشاء بھی پڑھ لیتے ہیں، حج کے علاوہ اوقات میں دو فرضوں کو ایک وقت جمع کرنا جائز نہ ہونے کی وجہ وہ حدیث ہے کہ "من جمع بين الصلوتين من غير عذر فقد اتىٰ باباً من ابواب الكبائر" کہ جس نے بلا عذر دو نمازوں کو جمع کیا اس نے گناہِ کبیرہ میں سے ایک گناہ کیا، اس کو حاکم اور ترمذی نے نقل کیا ہے۔

احناف کے نزدیک تو حج کے علاوہ کسی بھی صورت میں دو فرضوں کو ایک وقت میں جمع کرنا جائز نہیں ہے۔

لیکن امام شافعیؒ حج کے علاوہ سفر میں بھی جمع بین الصلوٰتین کو جائز قرار دیتے ہیں، ان کی دلیل یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سفر میں بارہا جمع بین الصلوٰتین متعدد احادیث سے ثابت ہے۔

اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو جمع بین الصلوٰتین مروی ہے وہ صورتاً تھا نہ کہ حقیقۃً یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح جمع بین الصلوٰتین فرماتے کہ ظہر کو آخر وقت میں اور عصر کو اول وقت پڑھ لیتے، یا مغرب کو آخر وقت میں اور عشاء کو اول وقت میں پڑھ لیتے، تو اس صورت میں جمع بین الصلوٰتین صورتاً پایا گیا لیکن حقیقۃً نہیں ہے۔

**ومن طهرت الخ**: دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی عورت حیض یا نفاس سے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

عصر کے وقت میں پاک ہوئی ہو تو اس پر صرف عصر کی نماز واجب ہوگی، لیکن اس سے پہلے ظہر کی قضاء اس پر لازم نہ ہوگی، اسی طرح اگر کوئی عورت عشاء کے وقت میں پاک ہوئی ہو تو اس پر صرف عشاء کی نماز واجب ہوگی مغرب کی نماز واجب نہ ہوگی۔

لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک اگر کوئی عورت عصر کے وقت میں پاک ہوئی ہو تو اس پر ظہر بھی واجب ہوگی اور عشاء کے وقت میں پاک ہو تو اس پر مغرب کی نماز بھی واجب ہوگی، اس لئے کہ ان کے نزدیک ظہر اور عصر مغرب اور عشاء کا وقت ایک ہی وقت کے حکم میں ہے، لہٰذا جس پر عصر واجب ہوگی اس پر ظہر بھی واجب ہوگی اور جس پر عشاء واجب ہوگی اس پر مغرب بھی واجب ہوگی۔

ہم یہ کہتے ہیں کہ ہر نماز کا وقت مستقل طور پر علیحدہ علیحدہ وقت ہے، لہٰذا ایک نماز کے وقت دوسری نماز کا کوئی تعلق اور مطلب نہیں بنتا ہے۔

## شرح الوقایہ ص: ۱۳۳

(وَمَنْ هُوَ اَهْلُ فَرْضٍ فِيْ آخِرِ وَقْتِهٖ يَقْضِيْهِ لَا مَنْ حَاضَتْ فِيْهِ) يَعْنِيْ اِذَا بَلَغَ الصَّبِيُّ اَوْ اَسْلَمَ الْكَافِرُ فِيْ آخِرِ الْوَقْتِ وَلَمْ يَبْقَ مِنَ الْوَقْتِ اِلَّا قَدْرَ التَّحْرِيْمَةِ يَجِبُ عَلَيْهِ قَضَاءُ صَلَاةِ ذٰلِكَ الْوَقْتِ خِلَافاً لِّزُفَرَؒ وَمَنْ حَاضَتْ فِيْ آخِرِ الْوَقْتِ لَا يَجِبُ عَلَيْهَا قَضَاءُ صَلَاةِ ذٰلِكَ الْوَقْتِ خِلَافاً لِّلشَّافِعِيْ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے (ب) مطلب بیان کرتے ہوئے "اہل فرض" سے مراد اور امام زفرؒ اور امام شافعیؒ کے اختلاف کی وضاحت کیجئے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

## الجواب:

**(الف) ترجمہ:** اور جو شخص آخر وقت میں فرض کا اہل ہو جائے تو وہ اس فرض کی قضاء کرے اور جو عورت آخری وقت میں حائضہ ہو تو وہ اس فرض کی قضاء نہ کرے، یعنی جب بچہ آخری وقت میں بالغ ہو جائے یا کافر مسلمان ہو جائے اور وقت باقی نہ ہو سوائے تکبیر تحریمہ کے تو بھی اس پر اس وقت کے نماز کی قضاء واجب ہوگی ،اس میں امام زفرؒ کا اختلاف ہے،اور جو عورت آخری وقت میں حائضہ ہوگئی تو اس پر اس وقت کے نماز کی قضاء واجب نہ ہوگی،اس میں امام شافعیؒ کا اختلاف ہے۔

**(ب) تشریح:** والمراد "بأهل فرضٍ" الصبی اذا بلغ و الكافر اذا اسلم .

صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی بچہ ایسے وقت میں بالغ ہو جائے کہ نماز کے وقت میں صرف اتنا وقت باقی ہے کہ وہ صرف تکبیر تحریمہ کہہ سکتا ہے،اسی طرح کوئی کافر ایسے ہی وقت میں مسلمان ہو جائے تو اس پر اس نماز کی قضاء واجب ہوگی، کیوں کہ ہمارے نزدیک سببیت آخر وقت کی طرف منتقل ہوتی رہتی ہے یعنی اگر کسی نے اول وقت میں نماز اداء کر لی تو وہی وقت اس کے لئے وجوبِ نماز کا سبب ہوگا،لیکن اگر اس نے اول وقت میں نماز اداء نہیں کی اور وقت کو ٹالتا رہا تو سببیت بھی آگے کے اوقات کی طرح منتقل ہوتی رہے گی، یہاں تک کہ وہ نماز اداء کر لے،اور اگر آخری وقت میں اس نے نماز ادا نہیں کی تو اس کے حق میں آخری وقت نماز کے وجوب کا سبب ہو جائے گا اور اس پر قضاء واجب ہوگی،لہذا جب وہ آخر وقت میں نماز کا اہل ہو گیا تو وہ وقت اس کے لئے وجوب کا سبب بن جائے گا چاہے وہ وقت صرف تکبیرِ تحریمہ کے بقدر ہی کیوں نہ ہو اور اس پر اس نماز کی قضاء واجب ہوگی،اس مسئلہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

میں امام زفرؒ کا اختلاف ہے وہ فرماتے ہیں کہ وجوبِ قضاء کے لئے اتنا وقت ضروری ہے جس میں وہ طہارت حاصل کر کے فرض اداء کر سکے اگر اتنا وقت نہ ہو تو اس پر قضاء واجب نہ ہوگی اور مسئلہ مفروضہ میں اتنا وقت نہیں ہے، لہذا اس پر قضاء واجب نہ ہوگی۔

اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ خرقِ عادت کے طور پر وقت کا ممتد ہونا ممکن ہے جیسا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام وغیرہ کے لئے ہوا تھا۔

چوں کہ اوپر کی تقریر سے یہ واضح ہو گیا کہ سببیتِ وجوب آخر وقت تک منتقل ہوتی رہتی ہے، اسی لئے اگر کسی عورت نے وقت میں نماز نہیں پڑھی یہاں تک کہ آخر وقت میں حائضہ ہو گئی تو اس پر اس وقت کی قضاء لازم نہ ہوگی، کیوں کہ وہ آخر وقت میں اہل نہیں رہی، لہذا اس پر وجوبِ اداء ثابت نہ ہوا، اس لئے وجوبِ قضاء بھی ثابت نہ ہوگا، اس مسئلہ میں امام شافعیؒ کا اختلاف ہے ان کے نزدیک اس عورت پر اس وقت کے نماز کی قضاء واجب ہوگی، کیوں کہ اس نے اتنا وقت پایا ہے جس میں وہ نماز اداء کر سکتی تھی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

## شرح الوقایہ ص: ۱۳۴

اَلْاَذَانُ سُنَّةٌ لِلْفَرَائِضِ فَحَسْبُ فِيْ وَقْتِهَا، وَلَيْسَ بِسُنَّةٍ فِي النَّوَافِلِ فَقَوْلُهُ : فِيْ وَقْتِهَا اِحْتَرَازٌ عَنِ الْاَذَانِ قَبْلَ الْوَقْتِ وَعَنِ الْأَذَانِ بَعْدَ الْوَقْتِ لِأَجَلِ الْاَدَاءِ ، فَاَمَّا الْاَذَانُ بَعْدَ الْوَقْتِ لِلْقَضَاءِ فَهُوَ مَسْنُوْنٌ اَيْضاً.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) مطلب بوضاحت لکھئے (ج) اور فجر کی اذان قبل از وقت دینے کے سلسلہ میں فقہاء کا اختلاف بھی تحریر کیجئے۔

الجواب:

**(الف) ترجمہ:** اذان صرف فرض نمازوں کے لئے سنت ہے ان کے وقت میں، اور نفل نمازوں کے لئے سنت نہیں ہے، پس مصنفؒ کا قول **فی وقتہا** سے اداء نمازوں کے لئے اذان قبل الوقت اور اذان بعد الوقت سے احتراز ہے، پس قضاء نمازوں کے لئے بھی اذان بعد الوقت مسنون ہے۔

**(ب) تشریح:** اذان پنج وقتہ نمازوں اور جمعہ کے لئے سنت مؤکدہ ہے نقل متواتر کی وجہ سے یعنی یہ بات تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پنج وقتہ نمازوں اور جمعہ کے لئے اذان دلوائی، اور وتر، عیدین، نمازِ کسوف وخسوف اور سنن ونوافل کے لئے اذان نہیں دلوائی اس لئے ان نمازوں کے لئے اذان سنت نہ ہوگی، اسی طرح اذان صرف مردوں کے لئے سنت ہے عورتوں کے لئے نہیں، عورتیں فرض نمازوں کے لئے بھی اذان واقامت نہیں کہیں گی، اگر چہ جماعت سے نماز پڑھ رہی ہوں۔

**فی وقتها:** مصنفؒ کے قول فی وقتہا پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ یہ مضر ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

کیونکہ یہ اذان کو شامل نہیں ہے اس لئے کہ وہ اذان کے وقت میں نہیں ہوتی ہے حالانکہ قضاء نماز کے لئے بھی اذان مسنون ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپؐ نے لیلۃ التعریس کی صبح جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازِ فجر قضا ہوگئی تھی تو آپؐ نے اذان واقامت کے ساتھ نمازِ فجر قضاء کی تھی۔

اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اس سے کوئی ضرر نہیں ہے کیوں کہ وہ اذان اگرچہ اداء کے وقت میں نہیں ہو رہی ہے لیکن قضاء کے وقت میں ہو رہی ہے، اس لئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "من نام عن صلوة او نسيها فليصلها اذا ذكر ها فان ذالک وقتها" سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ قضاء نماز جب پڑھی جائے وہی اس کا وقت ہے لہذا جب اس کے لئے اذان ہوگی اسی کے وقت میں ہوگی۔

**(ج)** امام ابو یوسفؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک فجر کی اذان نصف شب کے بعد قبل الوقت دی جاسکتی ہے، ان کی دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے: ان بلالا يؤذن بليل فكلوا واشربوا حتى ينادى ابن ام مكتوم.

جمہور کی دلیل یہ ہے کہ اذان، دخولِ وقت اور جماعت کے حاضر ہونے کا اعلان ہے، لہذا وقت سے پہلے اذان دینے میں کوئی فائدہ نہیں ہے، اور حدیثِ مذکور کا جواب یہ ہے کہ حضرت بلالؓ کی جو اذان تھی وہ نمازِ فجر کے لئے نہیں تھی بلکہ یا تو سحری یا تہجد کی یاددہانی کے طور پر ہوتی تھی، کیونکہ اگر فجر کے لئے ہوتی تو پھر ابن ام مکتومؓ کے اذان کی کیا ضرورت تھی؟۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

## شرح الوقایہ ص: ۱۳۷

وَعَادِمُ مُزِيْلِ النَّجَسِ صَلّٰى مَعَهٗ وَلَمْ يُعِدْ فَاِنْ صَلّٰى عَارِياً وَرُبُعُ ثَوْبِهٖ طَاهِرٌ لَمْ يَجُزْ وَفِيْ اَقَلَّ مِنْ رُبُعِهِ الْاَفْضَلُ صَلَاتُهٗ فِيْهِ وَمَنْ عَدِمَ ثَوْباً فَصَلّٰى قَائِماً جَازَ وَقَاعِداً مُؤْمِياً نُدِبَ، وَقِبْلَةُ خَائِفِ الْاِسْتِقْبَالِ جِهَةُ قُدْرَتِهٖ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کریں، (ب) مذکورہ مسائل کی مکمل تشریح کریں
(ج) بتائیں کہ عادمِ ثوب کے لئے بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھنا کیوں بہتر ہے؟
(د) نیز وقبلة خائف الاستقبال الخ کی مدلل وضاحت کریں۔

**الجواب:**

**(الف) ترجمہ:** اور نجاست کو زائل کرنے والی چیز نہ پانے والا نجاست کے ساتھ نماز پڑھ لے اور نماز کا اعادہ نہ کرے، پس اگر کسی نے ننگے نماز پڑھ لی ، حالانکہ اس کا چوتھائی کپڑا پاک تھا تو اس کی نماز جائز نہ ہوگی۔

اور ربع سے کم پاک ہونے کی صورت میں بھی اس کپڑے میں نماز پڑھنا افضل ہے (ننگا نماز پڑھنے سے) اور جو شخص کپڑا نہ پائے اور کھڑا ہو کر نماز پڑھ لے تو بھی جائز ہے، اور بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھنا مستحب ہے، اور استقبالِ قبلہ سے خوف کرنے والے کا قبلہ اسی طرف ہے جس طرف وہ رخ کی قدرت رکھتا ہو۔

**(ب) تشریح:** مسئلہ یہ ہے کہ کسی شخص کے بدن یا کپڑے پر نجاست لگی ہے اور اس نجاست کو دور کرنے کا کوئی ذریعہ اس کے پاس نہیں ہے تو اس کے لئے یہ حکم ہے کہ اسی نجاست کے ساتھ نماز پڑھ لے اور نماز کا اعادہ نہ کرے البتہ اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں (ا) یہ کہ کپڑا ربع یا اس سے زیادہ پاک ہو تو اس صورت میں اسی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

کپڑے میں نماز پڑھنا اس کے لئے واجب ہوگا اور اگر ننگا نماز پڑھے تو جائز نہ ہوگا، کیونکہ ربع کل کے مرتبہ میں ہوتا ہے لہذا چوتھائی کپڑے کی پاکی کل کے پاک ہونے کے مرتبہ میں ہوگا، اور پاک کپڑے کے ہوتے ہوئے ننگا نماز پڑھنا جائز نہیں ہے، اس لئے اس کپڑے میں نماز پڑھنا اس کے لئے لازمی ہوگا۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ کپڑا ربع سے کم پاک ہے تو اس صورت میں اختلاف ہے۔امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں بھی اسی ناپاک کپڑے میں نماز پڑھنا واجب ہے، کیوں کہ نجس کپڑے میں نماز پڑھنے کی صورت میں ایک فرض یعنی طہارت کا ترک کرنا لازم آتا ہے، لیکن ننگے نماز پڑھنے کی صورت میں قیام، رکوع، سجود مختلف فرائض کا ترک کرنا لازم آتا ہے، لہذا ایک فرض کو ترک کرنا متعدد فرائض کو ترک کرنے سے بہتر ہے، اس لئے اسی نجس کپڑے میں نماز پڑھنا واجب ہوگا۔

اور شیخینؒ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں اس کو اختیار ہوگا چاہے تو اس نجس کپڑے میں نماز پڑھ لے، چاہے ننگا نماز پڑھ لے لیکن اس نجس کپڑے میں نماز پڑھنا شیخینؒ کے نزدیک افضل ہے کیوں کہ طہارت ایک ایسا فرض ہے جو نماز کے ساتھ خاص ہے اور ستر عورت نماز اور نماز کے علاوہ ہر حالت میں فرض ہے لہذا ننگے نماز پڑھنے کے مقابلہ میں اسی نجس کپڑے میں نماز پڑھنا افضل ہوگا۔

(ج) **ومن عدم ثوبا الخ** : عادمِ ثوب کے لئے بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھنا افضل ہے کیونکہ صحابۂ کرامؓ کا یہی عمل رہا ہے جیسا کہ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کشتی پر سوار تے وہ کشتی ٹوٹ گئی تو صحابہ دریا سے برہنہ نکلے اور جب نماز کا وقت ہوا تو انہوں نے بیٹھ کر نماز ادا کی، اور اگر وہ کھڑے ہوکر نماز پڑھ لے تو بھی جائز ہے، لیکن بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھنا ہی افضل اور بہتر ہے کیونکہ اس میں عورتِ غلیظہ کا ستر ہے اور کھڑے ہوکر نماز پڑھنے میں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

رکوع وسجود ادا ہو جائیں گے اور رکوع وسجود صرف نماز میں واجب ہے اور ستر عورت نماز وغیرہ ہر حالت میں واجب ہے، اور رکوع وسجود صرف اللہ کا حق ہے اور ستر عورت اللہ وبندہ سب کا حق ہے۔

(د) **وقبلة خائف الاستقبال الخ**: نماز کی شرائط میں سے پانچویں شرط قبلہ کی طرف رخ کرنا ہے لیکن اگر کسی شخص کو اس بات کا خوف ہے کہ اگر قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے لگے تو پیچھے سے دشمن آکر حملہ کر دے گا یا کسی درندہ وغیرہ کا خوف ہو تو ایسا شخص جس طرف بھی رخ کر کے نماز پڑھ سکتا ہو وہی اس کے لئے قبلہ ہوگا، اس لئے کہ طاقت کے بقدر ہی انسان کو مکلّف بنایا جاتا ہے، نیز "فاینما تولوا فثم وجه الله".

## شرح الوقایہ ص: ۱۴۳

وَ الْجَهْرُ وَالْإِخْفَاءُ فِيمَا يُجْهَرُ وَيُخْفٰى وَ سُنَّ غَيْرُهُمَا اَوْ نُدِبَ فَاِذَا اَرَادَ الشُّرُوْعَ كَبَّرَ حَاذِفاً بَعْدَ رَفْعِ يَدَيْهِ غَيْرَ مُفَرِّجٍ اَصَابِعَهُ وَلاَ ضَامٍّ مَاسّاً بِاِبْهَامَيْهِ شَحْمَتَيْ اُذُنَيْهِ فَاِنْ اَبْدَلَ التَّكْبِيْرَ بِاَللّٰهُ اَجَلُّ اَوْ اَعْظَمُ اَوِ الرَّحْمٰنُ اَكْبَرُ أَوْ لاَ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَوْبِالْفَارْسِيَّةِ أَوْ قَرَأَ بِهَا بِعُذْرٍ اَوْ ذَبَحَ وَسَمّٰى بِهَا جَازَ وَ بِأَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ لاَ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے (ب) وضاحت کے ساتھ مطلب لکھتے ہوئے جہر اور سر کی تعریف اور ادنیٰ مقدار بیان کریں (ج) غیر هما اور دونوں بھا کی ضمیر کے مراجع متعین کر کے لفظ حاذ فاً کے لغوی ومرادی معنی اور و الجهر کا معطوف علیہ بھی تحریر کریں (د) اللهم اغفر لی سے نماز شروع کرنا کیوں جائز نہیں؟

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

## الجواب

**(الف) ترجمہ** : اور جہری نماز میں قرأت بالجہر کرنا اور سری نماز میں قرأت بالسر کرنا (واجب ہے) اور ان دونوں (فرائض وواجبات) کے علاوہ ساری چیزیں سنّت ہیں یا مستحب۔ پس جب نماز شروع کرنے کا ارادہ کرے تو حذف کرتے ہوئے تکبیر کہے دونوں ہاتھوں کو اٹھانے کے بعد۔ ہاتھ کی انگلیوں کو نہ تو کشادہ کرے اور نہ ملائے، اپنے دونوں انگوٹھوں سے کان کی لو کو چھوئے، پس اگر الله اکبر کے بدلہ **الله اجل** یا **الله اعظم** یا **الرحمن اکبر** یا **لا الٰه الا الله** کہا، یا فارسی میں تکبیر کہا یا فارسی میں قرأت کی کسی عذر کی وجہ سے یا فارسی میں تسمیہ کہتے ہوئے ذبح کیا تو جائز ہے۔ (اور تکبیر میں) **اللھم اغفرلی** کہا تو جائز نہ ہوگا۔

**(ب) تشریح**: جہری نمازوں مثلاً فجر، مغرب اور عشاء میں قرأت بالجہر کرنا اور سری نمازوں جیسے کہ ظہر اور عصر میں قرأت بالسر کرنا واجب ہے، اور فرائض وواجبات کے علاوہ جتنی چیزیں ہیں یا تو وہ سنّت ہیں یا مستحب، البتہ امام شافعیؒ کے نزدیک فرض وواجب میں کوئی فرق نہیں ہے جس طرح ہم فرق کرتے ہیں کہ ہمارے نزدیک جو حکم دلیل قطعی سے ثابت ہو وہ فرض ہے اس کا تارک مستحق عقاب ہوتا ہے اور اس کا منکر کافر ہوتا ہے، اور واجب وہ ہے جو دلیل ظنی سے ثابت ہو اس کا تارک مستحق عذاب تو ہوتا ہے لیکن اس کا منکر کافر نہیں قرار دیا جاتا، لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک چاہے کوئی حکم دلیل قطعی سے ثابت ہو یا دلیل ظنی سے وہ فرض ہی ہے۔ لہذا ہمارے نزدیک جو چیزیں واجب کہلاتی ہیں وہ ان کے نزدیک فرض ہی کہلائیں گی۔ اس لئے ان کے نزدیک نماز میں یا تو فرائض ہوں گے یا سنن یا مستحبات۔

**الجهر**: لغةً ما يرفعه الانسان من صوته

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

واصطلاحاً في القراءة : إسماع غيره

وَالسِّرُّ: لغةً ما يكتمه الانسان في نفسه

واصطلاحاً في القراءة : اسماع نفسه

وهٰذا هو اَدنى المقدار.

**فاذا اراد الشروع كبّر الخ** : تکبیر کے سلسلہ میں تین باتیں قابل توجہ ہیں (۱) تکبیر کے الفاظ کس طرح ادا ہوں (۲) تکبیر کس وقت کہی جائے۔ (۳) تکبیر اللہ اکبر کے علاوہ دوسرے الفاظ سے اداء ہوسکتی ہے یا نہیں؟ تو ان کی تفصیل یہ ہے کہ (۱) اللہ اکبر میں لفظ اللہ کے الف کو مد نہ پڑھے یعنی آللہ نہ پڑھے اور اکبر کے باء میں بھی مد نہ پڑھے یعنی اکبار نہ پڑھے (۲) یہ کہ تکبیر کا وقت یعنی اللہ اکبر کہنے اور ہاتھ باندھنے کی کیا صورت ہو؟ تو اس کی تین صورتیں ہیں (۱) ایک تو صورت یہ ہے کہ پہلے ہاتھ اٹھالے پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے باندھ لے۔ اس صورت کو صاحب کتاب نے اختیار کیا ہے اور یہی صاحب ہدایہ کے نزدیک اصح ہے اور مبسوط میں اس کو ہمارے مشائخ کی طرف منسوب کیا گیا ہے (۲) دوسری صورت یہ ہے کہ تکبیر اور رفع یدین ساتھ ساتھ ہوں، قدوری اور قاضی خاں نے اس کو مختار کہا ہے۔

(۳) تیسری صورت یہ ہے کہ پہلے تکبیر کہے پھر رفع یدین کرے، یہ تینوں طریقہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں لیکن پہلی صورت سب سے بہتر ہے، (۳) اور تیسری بات یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ان تمام الفاظ کے ذریعہ تکبیر صحیح ہے جو اللہ کی عظمت اور اس کی بزرگی پر دلالت کرے جیسے **اللّٰه اعظم**، **اللّٰه اجل**، **الرحمٰن اكبر** وغیرہ۔ البتہ جو الفاظ دعاء کے معنیٰ میں ہوں ان کے ذریعہ تکبیر کہنا درست نہیں ہے جیسے: **اللهم اغفرلي** وغیرہ۔

**غير مفرج الخ**: یعنی رفع یدین کے وقت نہ تو انگلیوں کو کشادہ کرے اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

نہ ملائے بلکہ ان کو اپنی حالت پر رہنے دے، ملا علی قاریؒ نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا کہ رکوع کی حالت میں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھنے کے علاوہ کسی اور حالت میں انگلیوں کو کشادہ کرنا مندوب نہیں ہے اور سجدہ کی حالت کے علاوہ کسی اور حالت میں انگلیوں کو ملانا مندوب نہیں ہے یعنی رکوع وسجدہ کی حالتوں کے علاوہ تمام حالتوں میں انگلیوں کو ان کی حالت پر رہنے دینا چاہئے، نہ کشادہ کرے اور نہ ملائے۔

**ماسّاً بابهاميه الخ** : یعنی ہاتھوں کو اس طرح اٹھائے کہ انگوٹھے پورے کانوں کی لو کو چھو رہے ہوں، یہ احناف کا مذہب ہے کہ تکبیر تحریمہ ہو یا کوئی اور تکبیر جس میں ہاتھ اٹھاتے ہوں جیسے عیدین کی تکبیرات اس میں ہاتھوں کو کانوں کی لو تک اٹھائے، البتہ امام شافعیؒ امام مالکؒ وامام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک صرف کندھوں تک ہی ہاتھ اٹھائے جائیں گے۔

**او بالفارسية الخ**: اگر کسی شخص نے فارسی میں تکبیر کہی یعنی خدا بزرگ تر است کہہ کر نماز شروع کیا یا فارسی میں قراءت کی یا ذبح کے وقت فارسی زبان میں تسمیہ کہا یعنی بنامِ خدائے بزرگ تر، کہا تو اگر یہ کسی عذر کی وجہ سے کہا ہے تب تو بالاتفاق جائز ہے، البتہ بغیر عذر کے عربی زبان پر قدرت کے باوجود غیر عربی یا فارسی میں تکبیر کہی تو اس میں اختلاف ہے، امام صاحبؒ کے نزدیک تو بغیر عذر کے بھی جائز ہے لیکن صاحبینؒ کے نزدیک بغیر عذر کے جائز نہیں ہے، امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے " وانه لفي زبر الاولين " فرمایا اور ظاہر ہے کہ پہلی کتابیں غیر عربی زبان میں تھیں، اور صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے "إنا انزلناه قرآناً عربيا" کہا ہے کہ ہم نے قرآن عربی زبان میں اتارا ہے اور عربی زبان کو ایک خاص فضیلت حاصل ہے جو کسی اور زبان کو حاصل نہیں ہے۔

امام ابوبکر رازیؒ نے روایت کیا ہے کہ آخر میں امام صاحبؒ نے صاحبینؒ کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

قول کی طرف رجوع کرلیا تھا یعنی آپ بھی نماز میں غیر عربی قراءت کے ناجائز ہونے کے قائل ہو گئے تھے اور اسی پر اعتماد ہے البتہ ذبیحہ پر غیر عربی میں تسمیہ کہنا بالاتفاق جائز ہے کیوں کہ یہاں ذکر مقصود ہے۔

(ج) **الجھر** کا معطوف علیہ قراء ۃ الفاتحۃ ہے ، ای وواجبھا قراء ۃ الفاتحۃ والجھر الخ ،غیرھما ای ما عدا الفرائض والواجبات اور دونوں بہا کی ضمیر مرجع الفارسیۃ ہے،ای بالفارسیۃ .

**حاذفاً**: من ضرب ،کم کرنا،گرانا،مٹانا۔

اور مراد یہ ہے کہ تکبیر کہتے وقت اللہ اکبر میں لفظ اللہ کے الف کو مدنہ پڑھے اور اکبر کے باء میں بھی مدنہ پڑھے۔

(د) اللّٰھم اغفرلی سے نماز شروع کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ لفظ دعاء کے معنی پر مشتمل ہے لہذا ان سے نماز شروع کرنا جائز نہ ہوگا، لِاَ نَّ المامورَ بہ ھو نفس التکبیر والتعظیم .

## شرح الوقایہ ص:۱۴۹

فَاِنْ تَرَکَ سُوْرَۃَ اُوْلَیِ الْعِشَاءِ قَرَأَھَا بَعْدَ فَاتِحَۃِ اُخْرَیَیْہِ وَجَھَرَ بِھِمَا اِنْ اَمَّ ، وَلَوْ تَرَکَ فَاتِحَتَھُمَا لَمْ یُعِدْ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں (ب) زیر بحث دونوں مسئلوں کی وضاحت کرتے ہوئے مسئلہ ثانیہ کے بارے میں شارحؒ کی بیان کردہ دلیل ذکر کریں۔

الجواب:

**(الف) ترجمہ**: پس اگر عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں سورت ملانا چھوڑ دیا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

تو اس کی اخیر کی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ کے بعد پڑھ لے، اور اگر امامت کر رہا ہو تو فاتحہ اور سورت کو بالجہر پڑھے اور اگر پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ چھوڑ دی تو ان کا اعادہ نہ کرے۔

**(ب) تشریح:** صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں سورۂ فاتحہ تو پڑھ لی لیکن ضم سورت نہ کی تو اسے چاہئے کہ وہ اخیر کی دو رکعتوں میں ضم سورت کرے یہی حکم ظہر و عصر میں بھی ہوگا اور اخیر کی دو رکعتوں میں ضم سورت کی قضاء کا یہ حکم طرفینؒ کے نزدیک ہے اور یہ حکم وجوباً ہے یا استحباباً تو جامع صغیر کی عبارت وجوب پر دلالت کرتی ہے، کیوں کہ اس میں **قرأ في الاخرين** کا لفظ ہے اور وقایہ میں بھی اسی طرح ہے، البتہ مبسوط کی عبارت استحباب پر دلالت کرتی ہے، کیوں کہ مبسوط کی عبارت یوں ہے: **اذا ترك السورة في الاوليين احب الىٰ ان يقضيها**، اور ظاہر ہے کہ احب استحباب پر ہی دلالت کرتا ہے۔

اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ضم سورت کے قضاء کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ضم سورت واجب ہے اور واجب جب اپنے وقت سے فوت ہو جائے تو اس کی قضاء نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ اگر وہ اخیر کی دو رکعتوں میں سورت کی قضاء کرے یا نہ کرے سجدۂ سہو تو واجب ہی ہوگا۔

**وجهر بهما الخ:** مصنفؒ یہاں سے یہ بتا رہے ہیں کہ اگر عشاء کی نماز میں امام سے پہلی دو رکعتوں میں سورت چھوٹ گئی ہو اور وہ اخیر کی دو رکعتوں میں اس کی قضاء کر رہا ہو تو اس کو چاہئے کہ سورۂ فاتحہ اور سورت دونوں بالجہر پڑھے کیوں کہ اس صورت میں ادنیٰ (سنت) کو اقویٰ (واجب) کے تابع کرنا لازم آئے گا جو کہ بالکل مناسب اور صحیح ہے۔

**ولو ترك فاتحتهما الخ:** صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی نے شروع

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

کے دو رکعتوں میں تو سورت پڑھ لی لیکن سورۂ فاتحہ نہیں پڑھی تو اب اس کی قضاء اخیر کی دو رکعتوں میں نہیں کرے گا کیوں کہ اگر اخیر کی دو رکعتوں میں قضاء کرے تو فاتحہ کا تکرار لازم آئے گا جو کہ غیر مشروع اور غیر مناسب ہے۔

## شرح الوقایہ ص:۱۵۴

فَاِنْ حَاذَتْهُ فِيْ صَلوٰةٍ مُشْتَرَكَةٍ تَحْرِيْمَةً وَاَدَاءً فَسَدَتْ صَلوٰتُهُ اِنْ نَوَى الْإِمَامُ اِمَامَتَهَا وَاِلَّا صَلوٰتُهَا، فَسَّرُوا الْاِشْتِرَاكَ فِي التَّحْرِيْمَةِ بِأَنْ يَكُوْنَا بَانِيَيْنِ تَحْرِيْمَتَهُمَا عَلٰى تَحْرِيْمَةِ الْإِمَامِ وَالشِّرْكَةَ فِي الْاَدَاءِ بِاَنْ يَكُوْنَ لَهُمَا اِمَامٌ فِيْمَا يُؤَدِّيَانِهِ اَمَّا حَقِيْقَةً كَالْمُقْتَدِيْنَ وَاَمَّا حُكْماً كَاللَّاحِقِيْنَ.

(الف) ضمائر کے مراجع متعین کرتے ہوئے ترجمہ کیجئے (ب) مطلب لکھئے، محاذات کے لغوی واصطلاحی معنی اور محاذاتِ مفسدہ کی شرائط تحریر کیجئے (ج) نیز بتائیے کہ تحریمہ واداء میں اشتراک کی کیا صورت ہوگی؟

**الجواب:**

**(الف) ترجمہ:** پس اگر کوئی عورت کسی مرد کے برابر کھڑی ہو جائے ایسی نماز میں جو تحریمہ اور اداء کے اعتبار سے مشترک ہو تو اگر امام نے عورت کے امامت کی نیت کر لی ہو تو مرد کی نماز فاسد ہو جائے گی، ورنہ عورت کی نماز فاسد ہو جائے گی، اور علماء نے اشتراک فی التحریمہ کی یہ تفسیر کی ہے کہ مرد وعورت دونوں نے اپنی تحریمہ کی بنیاد امام کی تحریمہ پر کی ہو، اور شرکت فی الاداء کی تفسیر یہ کی ہے کہ مرد وعورت جو نماز

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

اداء کر رہے ہیں، اس میں دونوں کا ایک ہی امام ہو یا تو حقیقی طور پر جیسے دو مقتدی (کہ دونوں کا امام حقیقی طور پر ایک ہی ہے) یا حکماً جیسا کہ دو لاحق۔

**(ب) تشریح:** محاذاۃ کے لغوی معنی ہیں، مقابل ہونا اور برابر ہونا۔

**اصطلاحی معنی:** عورت کا مرد کے برابر کھڑا ہونا ایسی نماز میں جس میں دونوں مشترک ہوں۔

یہاں سے مصنفؒ محاذات کا مشہور مسئلہ بیان کر رہے ہیں اور محاذات کا حکم ثابت ہونے کے لئے چند شرائط ہیں، جس کی طرف شارحؒ نے بھی اشارہ کیا ہے وہ یہ ہیں ۔(۱) اول یہ کہ دونوں کی نماز تحریمہ واداء کے اعتبار سے مشترک ہو۔(۲) دوسری شرط یہ ہے کہ نماز مطلقہ ہو یعنی رکوع سجدہ والی نماز ہو چنانچہ نمازِ جنازہ میں محاذات مفسد نہیں ہے (۳) تیسری شرط یہ ہے کہ عورت مشتہاۃ ہو خواہ یہ عورت آزاد ہو یا باندی ہو یا ماں بہن کوئی بھی ،(۴) چوتھی شرط یہ ہے کہ دونوں کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو، مثلاً ستون ، وغیرہ یا اتنی جگہ خالی نہ ہو جس میں ایک آدمی کھڑا ہو سکے، اگر درمیان میں ستون وغیرہ حائل ہو یا اتنی جگہ خالی ہو جس میں ایک مرد کھڑا ہو سکے تو محاذات ثابت نہ ہوگی ،اور مرد کی نماز فاسد نہ ہوگی (۵) پانچویں شرط یہ ہے کہ امام نے عورت کے امامت کی نیت کی ہو، اگر امام نے عورت کے امامت کی نیت نہ کی ہو تو پھر مرد کی نماز فاسد نہ ہوگی ، بلکہ عورت ہی کی نماز فاسد ہوگی۔

اور محاذات تب ہوگی جب کہ عورت کسی مرد کے دائیں یا بائیں کھڑی ہو یا بالکل سامنے مقابل میں ہو، عورت اگر مرد کے بالکل پیچھے ہو تب بھی محاذات ثابت نہ ہوگی ، مطلب یہ ہے کہ اگر عورت بیچ صف میں ہو تو اس کی وجہ سے تین آدمیوں کی نماز فاسد ہوگی ، ایک وہ جو اس کے دائیں ہو دوسرا وہ جو اس کے بائیں ہو اور تیسرا وہ جو اس عورت کے بالکل پیچھے ہو بقیہ کی نماز فاسد نہ ہوگی ، کیوں کہ ان کے لئے یہ لوگ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

حائل ہو جائیں گے۔

**(ج) اشتراک فی التحریمۃ**: اشتراک فی التحریمہ یہ ہے کہ دونوں نے اپنے تحریمہ کی بناء ایک ہی امام کے تحریمہ پر کی ہو۔

**شرکۃ فی الاداء**: شرکت فی الاداء کی صورت یہ ہے کہ وہ دونوں جو نماز اداء کر رہے ہوں ان دونوں کا امام ایک ہی ہو چاہے حقیقی اعتبار سے ایک ہو مثلاً دو مقتدی ہیں جو کہ ایک امام کی اقتداء کر رہے ہوں، یا پھر حکماً دونوں کا امام ایک ہو، جیسے کہ دو لاحق، اس کی صورت یہ ہوگی کہ ایک مرد و عورت نے کسی شخص کی اقتداء کی مثلاً اگر دو رکعت والی نماز ہے، دونوں نے پہلی رکعت امام کے ساتھ مکمل کر لی پھر ان دونوں کو حدث لاحق ہو گیا، انہوں نے جا کر وضوء کیا اور نماز کی بناء اس حال میں کی کہ امام نماز سے فارغ ہو چکا تھا، اب ان لاحقوں کا اگر چہ حقیقۃً امام موجود نہیں لیکن حکماً امام موجود ہے، چوں کہ انہوں نے اپنے اوپر لازم کر لیا تھا کہ اپنی پوری نماز امام کے پیچھے ادا کریں گے، لہذا ان کو ایسا ہی مانا جائے گا کہ یہ امام کے پیچھے ہیں، یہاں تک کہ ان کے لئے مقتدیوں کے احکام ثابت ہوں گے، مثلاً قراءت کا حرام ہونا، اور اگر ان سے کچھ سہو ہو جائے تو سجدۂ سہو کا لازم نہ ہونا وغیرہ۔ اب اگر اس حالت میں جب کہ یہ لاحق اپنی چھوٹی ہوئی دوسری رکعت پوری کر رہا ہے، اب وہ عورت اس کے محاذات میں کھڑی ہو جائے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، کیوں کہ حکماً دونوں کا ایک امام موجود ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

## شرح الوقایہ ص:۱۵۷

صَلّٰی اُمِّیٌّ بِقَارِئٍ وَ اُمِّيٍّ اَوِ اسْتَخْلَفَ فِي الْاُخْرَيَيْنِ اُمِّيًّا فَسَدَتْ لِلْكُلِّ اَيْ اِنْ اَمَّ اُمِّيٌّ قَارِئًا وَ اُمِّيًّا فَسَدَتْ صَلٰوةُ الْكُلِّ وَلَوِ اسْتَخْلَفَ الْقَارِئُ فِي الْاُخْرَيَيْنِ اُمِّيًّا فَسَدَتْ صَلٰوةُ الْكُلِّ خِلَافًا لِزُفَرَ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے (ب) واستخلف و فسدت کی ضمیر کا مرجع اور فی الاخریین کی قید کا فائدہ نیز امی کے مرادی معنی لکھئے، اور قاری وامی میں سے ہر ایک کے فسادِ صلوٰۃ کی وجہ بیان کیجئے۔

**الجواب:**

**(الف) ترجمہ:** امی (ان پڑھ) نے قاری وامی کے ساتھ نماز پڑھی یا قاری نے اخیر کی دو رکعتوں میں کسی امی کو اپنا خلیفہ بنایا تو تمام کی نماز فاسد ہوگی، یعنی کسی امی نے قاری وامی کی امامت کی تو سب کی نماز فاسد ہو جائے گی، اور اگر کسی قاری نے اخیر کی دو رکعتوں میں کسی امی کو اپنا نائب بنا دیا تب بھی تمام کی نماز فاسد ہو جائے گی، اس میں امام زفرؒ کا اختلاف ہے۔

**(ب) تشریح:** واستخلف ای القارئ. فسدت ای الصلوٰۃ.

**امی:** وہ شخص جس کو ما یجوز به الصلوٰۃ قرآن یاد نہیں ہے۔

فی الاخریین کی قید کا فائدہ صورتِ مسئلہ سے واضح ہو جائے گا۔

**صلّٰی امی الخ:** صورت مسئلہ اس طرح ہے کہ ایک جگہ تین آدمی جمع ہیں جن میں دو امی ہیں اور ایک قاری ہے (یعنی اس کو ما یجوز بہ الصلوٰۃ قرآن یاد ہے) اب یہ تینوں جماعت سے نماز پڑھتے ہیں اور ایک امی شخص قاری وامی کی امامت کرتا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ہے تو تمام کی نماز فاسد ہے قاری کی تو اس لئے کہ اس کو حقیقتاً قراءت پر قدرت تھی اور قدرت کے باوجود رکن قراءت چھوٹ گیا اس لئے اس کی نماز فاسد ہوگی، اور دونوں امیوں کی نماز اس لئے فاسد ہوگی کہ جب انہوں نے جماعت سے نماز پڑھنے کا ارادہ کیا تو ان پر لازم تھا کہ وہ قاری کی اقتداء کرتے تا کہ قاری کی قراءت تقدیراً ان دونوں کی قراءت بن جاتی اب چونکہ ان دونوں نے اس تقدیری قراءت کو چھوڑ دیا جس پر انہیں قدرت تھی، لہذا ان دونوں کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی۔

**او استخلف القارئ الخ:** یہاں مسئلہ یہ ہے کہ ایک قاری نے چند لوگوں کی امامت کی کسی ایسی نماز میں جو چار رکعت والی ہے اور اس قاری امام نے دو رکعتیں نماز پڑھالیں پھر اس کو حدث پیش آ گیا اب اس نے بقیہ دو رکعتیں پوری کرنے کے لئے کسی امی کو اپنا نائب بنایا تو اس صورت میں بھی سب کی نماز فاسد ہو جائے گی اس امی کی بھی جو نائب بنا ہے اور قاری امام وبقیہ مقتدی سب کی نماز فاسد ہو جائے گی، لیکن اس میں امام زفرؒ کا اختلاف ہے وہ فرماتے ہیں کسی کی نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ شروع کی دو رکعتوں میں قراءت کا فرض اداء ہو گیا اور اخیر کی دو رکعتوں میں قراءت فرض نہیں ہے اس لئے تمام کی نماز صحیح ہو جائے گی۔

احناف کی طرف سے امام زفرؒ کے استدلال کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ ہمیں یہ تسلیم نہیں کہ اخیر کی دو رکعتوں میں قراءت فرض نہیں بلکہ پوری نماز میں قراءت فرض ہے شروع کی دو رکعتوں میں تو تحقیقاً اور اخیر کی دو رکعتوں میں تقدیراً اور چوں کہ امی قراءت پر بالکل قادر نہیں ہے اس لئے اخیر کی دو رکعتوں میں تقدیری قراءت نہیں پائی گئی، لہذا نماز فاسد ہو جائے گی۔

فی الاخریین کی قید کا فائدہ یہ ہے کہ اگر قاری پہلی دو رکعتوں میں امی کو اپنا خلیفہ بنا دے تب تو بالاتفاق تمام کی نماز فاسد ہو جائے گی، اختلاف تو اس صورت میں ہے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

جب کہ قاری امام دو رکعتیں پڑھا کر آخری دو رکعتوں میں اپنا نائب بنائے۔

## شرح الوقایہ ص:۱۵۸

مُصَلٍّ سَبَقَهُ الْحَدَثُ تَوَضَّأَ وَ اَتَمَّ خِلَافًا لِلشَّافِعِيِّ وَ لَوْ بَعْدَ التَّشَهُّدِ خِلَافًا لَّهُمَا ، فَإِنَّهُ اِذَا قَعَدَ قَدْرَ التَّشَهُّدِ تَمَّتْ صَلَاتُهُ ، وَعِنْدَ اَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ لَمْ يَتِمَّ لِأَنَّ الْخُرُوْجَ بِصُنْعِهِ فَرْضٌ عِنْدَهُ ، وَ الْاِسْتِيْنَافُ اَفْضَلُ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے (ب) مطلب اس طرح لکھئے کہ زیر بحث مسئلہ میں ائمہ کا اختلاف مکمل طور سے واضح ہو جائے۔

الجواب:

(الف) ترجمہ: کسی نماز پڑھنے والے کو حدث پیش آ جائے تو وہ وضو کر کے اپنی نماز پوری کر لے، اس میں امام شافعیؒ کا اختلاف ہے۔ اگر چہ حدث تشہد کے بعد پیش آئے اس میں صاحبینؒ کا اختلاف ہے، کیونکہ ان کے نزدیک جب وہ تشہد کی مقدار بیٹھے تو نماز پوری ہو جاتی ہے، اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک نماز پوری نہیں ہوئی، کیونکہ ان کے نزدیک خروج بصنعہ فرض ہے۔ اور نماز کو از سر نو پڑھ لینا بہتر ہے۔

(ب) **تشریح**: مصلی چاہے امام ہو، مقتدی ہو یا منفرد ہو، اگر اس کو خود بخود بلا ارادہ حدث لاحق ہو جائے تو وہ جا کر وضو کرے اس کے بعد اسے اختیار ہے کہ وہ اپنی بقیہ نماز پوری کر لے، اسی کو بناء کہتے ہیں، البتہ بناء کے صحیح ہونے کے لئے یہ شرط

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ہے کہ حدث لاحق ہونے کے بعد فوراً وضو کے لئے چلا جائے اتنی دیر نہ ٹھہرے کہ ایک رکن اداء ہوسکے ورنہ بناء درست نہ ہوگی، اسی طرح یہ بھی شرط ہے کہ وضو کے لئے آنے اور جانے کے درمیان کوئی ایسا فعل نہ کرے جو منافی صلوٰۃ ہو مثلاً کسی سے بات نہ کرے یا قصداً حدث نہ کرے یا ستر نہ کھولے تب ہی بناء درست ہوگی ورنہ ازسرِ نو نماز پڑھنی ہوگی۔

دوسری بات یہ ہے کہ بناء کی اجازت اسی وقت ہوگی جب کہ حدث خود بخود بلا اختیار وارادہ لاحق ہو، اور حدث کے لاحق ہونے میں اس کا یا کسی اور کا دخل نہ ہو مثلاً اس کو کوئی پھوڑی وغیرہ تھی اس نے نماز میں اس کو دبا دیا جس کی بناء پر خون یا پیپ بہہ گیا تو اب بناء درست نہ ہوگی، اسی طرح اگر کسی نے اس کو پتھر مار دیا جس کی وجہ سے خون نکل کر بہہ گیا تو بھی بناء درست نہ ہوگی بلکہ وضو کر کے ازسرِ نو نماز کا اعادہ ضروری ہوگا، البتہ امام شافعیؒ کے نزدیک بناء کی اجازت نہیں ہے، بلکہ ان کے نزدیک حدث لاحق ہونے کی صورت میں نماز ٹوٹ جائے گی، وضو کر کے ازسرِ نو نماز کا اعادہ ضروری ہوگا، ان کی دلیل یہ ہے کہ نماز کے لئے وضو شرط ہے جب وضو باقی نہ رہا تو نماز بھی باقی نہ رہے گی، اس کے علاوہ جب وہ وضو کے لئے جائے گا تو چلنا لازم ہوگا پھر قبلہ سے انحراف ہوگا اور یہ دونوں عمل نماز کو فاسد کرنے والے ہیں، لہٰذا نماز کا اعادہ ضروری ہوگا۔

ہماری دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول ہے: من قاء او رعف او امذى فى صلوته فلينصرف ويتوضأ وليبن على صلوته مالم يتكلم. یعنی جس کو نماز میں قے ہو جائے یا نکسیر پھوٹ جائے، یا مذی نکل پڑے تو اس کو چاہئے کہ وہ پھر جائے اور وضو کر کے اپنی نماز پر بناء کر لے جب تک کہ بات نہ کرے، اس حدیث سے واضح طور پر بناء کی اجازت معلوم ہو رہی ہے۔

---

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

**ولو بعد التشهد الخ:** صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص قعدہ میں ہو اور تشہد پڑھ چکا ہو پھر اس کو حدث لاحق ہو گیا تو کیا اس کی نماز پوری ہو گئی یا وضو کر کے بناء کرتے ہوئے نماز پوری کرنی ہوگی، اس میں ائمہ کا اختلاف ہے، صاحبینؒ کے نزدیک تو اس کی نماز پوری ہو گئی بناء کی ضرورت نہیں کیوں کہ قعدۂ اخیرہ میں تشہد کے بقدر بیٹھنا فرض تھا وہ ادا ہو گیا، لہذا نماز پوری ہو گئی۔

لیکن امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کی نماز پوری نہیں ہوئی کیوں کہ ان کے نزدیک خروج بصنعہ یعنی بالارادہ کسی منافی صلوۃ فعل کے ذریعہ نماز سے نکلنا فرض ہے اور وہ نہیں پایا گیا لہذا اس کو وضو کر کے نماز پوری کرنی ہوگی۔

**والاستیناف افضل:** سے مصنفؒ یہ بیان فرما رہے ہیں کہ بناء کی اگر چہ اجازت ہے لیکن نماز کا ازسرِ نو پڑھ لینا ہی افضل اور بہتر ہے، بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ منفرد کے لئے استیناف ہی افضل ہے، البتہ امام یا مقتدی کے لئے بناء افضل ہے تا کہ جماعت کی فضیلت باقی رہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

## شرح الوقایہ ص:۱۶۳

(وَيُفْسِدُ الصَّلٰوةَ)اَلْاَنِيْنُ وَ التَّأَوُّهُ وَ التَّأْفِيْفُ وَ الْبُكَاءُ بِصَوْتٍ مِّنْ وَجْعٍ اَوْ مُصِيْبَةٍ وَ تَنَحْنُحٌ بِلاَ عُذْرٍ وَ تَشْمِيْتُ عَاطِشٍ وَ جَوَابُ خَبَرِ سُوْءٍ بِالْاِ سْتِرْجَاعِ وَ سَارٍّ بِالْحَمْدَلَةِ وَعَجِيْبٍ بِالسَّبْحَلَةِ وَ الْهَيْلَلَةِ وَفَتْحُهُ عَلٰى غَيْرِ اِمَامِهِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے (ب) مطلب لکھئے نیز مذکورہ چیزوں سے نماز کے فاسد ہونے کی وجہ بھی لکھئے۔

الجواب:

**(الف) ترجمہ**: اور (نماز کو فاسد کر دیتا ہے) کراہنا، اوراوہ اوہ کرنا، اف اف کرنا اور تکلیف و مصیبت کی بناء پر آواز رونا اور بلا عذر کھنکھارنا، اور چھینکنے والے کا جواب دینا اور کسی بری خبر کا جواب اناللہ کے ذریعہ دینا اور خوش خبری کا جواب الحمدللہ کے ذریعہ دینا اور عجیب خبر کا جواب سبحان اللہ یا لا الہ الا اللہ کے ذریعہ دینا، اور امام کے علاوہ کسی اور کو لقمہ دینا۔

**(ب) تشریح**: مبتلائے درد کی آواز کو انین کہتے ہیں جس کو اردو میں کراہنا کہا جاتا ہے یعنی درد کی وجہ سے آہ آہ کی آواز نکالنا، اوہ اوہ کرنا اور اف اف کرنا یہ تقریباً ایک ہی جیسے ہیں اور ان میں چونکہ جزع وفزع کا اظہار ہوتا ہے، لہذا یہ کلام الناس کے حکم میں ہوں گے اور ان سے نماز فاسد ہو جائے گی، اسی طرح کسی مصیبت یا تکلیف کی بناء پر اس طرح رویا کہ زبان سے کچھ الفاظ نکل گئے تو بھی نماز فاسد ہو جائے گی، لیکن اگر جہنم کے خوف سے باآواز رویا تو نماز فاسد نہ ہوگی، اسی طرح اگر کسی نے بغیر عذر کے کھنکھارا جس کی بناء پر ''اُح'' کے الفاظ پیدا ہو گئے تب بھی نماز فاسد

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ہو جائے گی، اسی طرح کسی چھینکنے والے کا جواب یرحمک اللہ کے ذریعہ دینا، اسی طرح نماز کی حالت میں کوئی بری خبر ملی اور اس نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ لی یا کسی خوش خبری پر الحمد للہ کہہ لیا یا کوئی عجیب وغریب بات سامنے آئی تو اس نے سبحان اللہ یا لا الہ الا اللہ پڑھ لیا تو تمام صورتوں میں نماز فاسد ہو جائے گی، کیونکہ یہ سب کلام الناس کے مشابہ ہیں۔

**وفتحه على غير امامه**: یعنی اپنے امام کے علاوہ کسی اور کو لقمہ دینا بھی نماز کو فاسد کر دیتا ہے، کیوں کہ یہ تعلیم وتعلم ہے اور تعلیم وتعلم کلام الناس میں سے ہے، لہذا یہ نماز کو فاسد کر دے گا، لیکن اگر اپنے امام کو لقمہ دیا تو اس میں مشائخ کے مختلف اقوال ہیں، بعض تو یہ کہتے ہیں کہ اگر امام ما یجوز بہ الصلوۃ قراءت کر چکا ہو یا کسی دوسری آیت کی طرف منتقل ہو گیا اور پھر اس نے لقمہ دیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، اور اگر امام نے لقمہ لیا تو اس کی نماز بھی فاسد ہو جائے گی۔

اور دوسرے بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ ان تمام صورتوں میں یعنی ما یجوز بہ الصلوۃ قراءت کر چکا ہو یا نہ کیا ہو، دوسری آیت کی طرف منتقل ہوا ہو یا نہ ہوا ہو کسی بھی صورت میں لقمہ دینے پر نماز فاسد نہ ہوگی، شارح علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بعض اساتذہ اور مشائخ سے سنا ہے کہ فتویٰ اسی دوسرے قول پر ہے، یعنی نماز کے فاسد نہ ہونے پر فتویٰ ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

# شرح الوقایہ ص: ۱۶۷

وَ حَاذَى الْاَعْضَاءُ الْاَعْضَاءَ لَوْ كَانَ عَلٰى دُكَّانٍ وَيَغْرِزُ اَمَامَهٗ فِى الصَّحْرَاءِ سُتْرَةً بِقَدْرِ ذِرَاعٍ وَغِلَظِ اُصْبُعٍ بِقُرْبِهٖ عَلٰى اَحَدِ حَاجِبَيْهِ وَلَا تُوْضَعُ وَلَا يَخُطُّ وَ يَدْرَأُهٗ بِالتَّسْبِيْحِ اَوِ الْاِشَارَةِ لَا بِهِمَا اِنْ عَدِمَ سُتْرَةً اَوْ مَرَّ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهَا، وَكَفٰى سُتْرَةُ الْاِمَامِ وَجَازَ تَرْكُهَا عِنْدَ عَدَمِ الْمُرُوْرِ وَ الطَّرِيْقِ وَكُرِهَ سَدْلُ الثَّوْبِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے (ب) مطلب لکھئے اور مذکورہ مسائل کی واضح تشریح کیجئے۔

**الجواب:**

**(الف) ترجمہ** : اور (گزرنے والے کے) اعضاء کا مصلی کے اعضاء کے محاذی ہونا اگر مصلی چبوترے پر ہو، اور مصلی میدان میں اپنے سامنے سترہ گاڑلے، جو لمبائی میں ایک ذراع کے بقدر ہو اور انگل کے برابر موٹا ہو، اپنے قریب دونوں بھوؤں میں سے کسی ایک بھوؤں کے مقابل، اور سترہ زمین پر نہ رکھے اور نہ خط کھینچے، اور گزرنے والے کو دفع کرے تسبیح یا اشارہ کے ذریعہ نہ کہ دونوں کے ذریعہ سترہ نہ ہونے کی صورت میں یا جب کہ گزرنے والا اس کے اور سترہ کے درمیان سے گزر رہا ہو، اور امام کا سترہ تمام کے لئے کافی ہو جائے گا، اور سترہ کا ترک کرنا جائز ہے عدم مرور اور عدم طریق کی صورت میں، اور سدل ثوب مکروہ ہے۔

**(ب) تشریح** :صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ ایک مصلی چبوترہ پر نماز پڑھ رہا ہے اور دوسرا اس کے سامنے سے چبوترے کے نیچے سے گزر رہا ہے تو یقیناً وہ موضعِ سجدہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

سے نہیں گزر رہا ہے، لہذا گزرنے والا گنہگار نہیں ہوگا ایک روایت کے مطابق، لیکن دوسری روایت کے مطابق اگر چبوترے سے نیچے گزرنے والا ایسی جگہ سے گزر رہا ہے کہ اگر مصلی اپنے جائے سجدہ پر نگاہ کرے تو وہاں تک نگاہ پڑ جاتی ہے اور گزرنے والے کے بعض اعضاء مصلی کے بعض اعضاء کے محاذی اور برابر ہو جاتے ہیں تو گزرنے والا گنہگار ہوگا ورنہ نہیں، اسی لئے مصنفؒ نے فرمایا کہ گزرنے والے کے اعضاء کا مصلی کے اعضاء کے محاذی ہونا باعثِ گناہ ہے، اور یہ گنہگار ہونا دوسری روایت کے مطابق ہے۔

**ویغرز امامه الخ:** اگر کوئی شخص میدان میں جہاں کوئی آڑ نہ ہو وہاں نماز پڑھ رہا ہے تو اس کے لئے بہتر ہے کہ وہ اپنے لئے سترہ گاڑ لے، جو اونچائی میں ذراع یعنی ایک ہاتھ کے برابر ہو، اور موٹائی میں انگلی کے برابر ہو اور سترہ کا بقدرِ ذراع ہونا حضرت عائشہؓ کی حدیث سے ثابت ہے جس میں انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سترہ کے بارے میں پوچھا تو آپؐ نے "مثل مؤخرة الرحل" فرمایا اور یہ لکڑی عام طور پر ایک ذراع کے برابر ہوتی ہے، اور انگلی کے بقدر موٹی اسلئے ہوتا کہ دور سے نظر آسکے اور یہ سترہ قریب ہو یعنی سجدہ کی جگہ سے زیادہ دور نہ ہو، اور دونوں بھوؤں میں سے کسی ایک کے مقابل ہو دونوں کے درمیان نہ ہو، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح مروی ہے، اور سترہ کو زمین پر ڈال دینا یا سامنے لکیر کھینچ دینا کافی نہ ہوگا، لیکن اگر زمین پتھریلی ہے جس میں گاڑنا ممکن نہ ہو تو صاحبینؒ کے نزدیک سترہ کو طولاً زمین پر رکھ دینا کافی ہے۔

ویدرأ بالتسبیح الخ: اگر سترہ نہ ہو اور کوئی شخص سامنے سے گزر رہا ہو یا سترہ ہونے کی صورت میں مصلی اور سترہ کے درمیان سے گزر رہا ہو تو اس کو تسبیح یا اشارہ کے ذریعہ روک دے، اشارہ بھی کرے اور سبحان اللہ بھی کہے ایسا نہ ہو، کیونکہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

جب ایک سے کام چل سکتا ہے تو دونوں کا کرنا مکروہ و ناپسندیدہ ہوگا۔

**وکفی سترة الامام:** یعنی اگر جماعت سے نماز ہو رہی ہو تو امام کا سترہ پوری جماعت کے لئے کافی ہو جائے گا، ہر ایک کے لئے الگ الگ سترہ کی ضرورت نہ ہوگی۔

**وجاز ترکها:** اگر سامنے راستہ نہ ہو یا ایسی جگہ ہو جہاں کسی کے گزرنے کا اندیشہ نہ ہو تو سترہ کا ترک کرنا جائز ہے۔

**وکره سدل الثوب:** اور سدل ثوب مکروہ ہے، مُغرب (لغت کی کتاب ہے جو کتب فقہ میں متداول ہے) کے اندر سدل ثوب کے یہ معنی بیان کئے گئے ہیں کہ کپڑے کے جانبین کو ملائے بغیر بدن پر ڈال لیا جائے بعض لوگوں نے یہ معنی بیان کئے کہ سر پر ڈال کر کندھوں پر لٹکا لیا جائے جیسا کہ آج کل عام عربوں کی عادت ہے، تو ایسا کرنا مصنفؒ نے فرمایا کہ مکروہ ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

## شرح الوقایہ ص:۱۷۱

وَقُضِيَ رَكْعَتَانِ لَوْ نَقَضَ فِي الشَّفْعِ الْاَوَّلِ اَوِ الثَّانِيْ كَمَا لَوْ تَرَكَ قِرَاءَةَ شَفْعَيْهِ أَوِ الْاَوَّلَ اَوِ الثَّانِيْ اَوْ اِحْدَى الثَّانِيْ اَوْ اِحْدَى الْاَوَّلَ اَوِ الْاَوَّلَ وَاِحْدَى الثَّانِيْ لَا غَيْرَ وَاَرْبَعٌ لَوْ تَرَكَ الْقِرَاءَةَ فِيْ اِحْدٰى كُلِّ شَفْعٍ اَوْ فِي الثَّانِيْ وَاِحْدَى الْاَوَّلِ.

(الف) عبارت باعراب لکھ کر ترجمہ کریں (ب) ماتن علیہ الرحمہ نے نفل رباعی کی جو صورتیں ذکر کی ہیں آپ ان کو مع ان کے احکام بوضاحت لکھیں۔

**الجواب:**

**(الف) ترجمہ:** اور دو رکعتیں قضاء کی جائیں گی اگر (نفل نماز کے) شفع اول یا شفعِ ثانی کو فاسد کر دیا، جیسا کہ اگر کسی نے دونوں شفعوں میں قرأت ترک کی یا شفع اول میں (ترک کر کے دوسرے شفع میں قراءت کر لی) یا دوسرے شفع میں (ترک کر کے پہلی میں پڑھ لی) یا دوسرے شفع میں (ترک کر کے پہلی میں پڑھ لی) یا دوسرے شفع کی ایک رکعت میں (قراءت ترک کی اور بقیہ میں پڑھ لی) یا پہلے اور دوسرے شفع کی ایک رکعت میں (قراءت ترک کی) ان کے علاوہ میں نہیں، اور چار رکعتیں قضاء کرے اگر ہر شفع کی ایک ایک رکعت میں قراءت ترک کی ہو یا دوسرے شفع کی ایک ایک رکعت میں قراءت ترک کی ہو یا دوسرے شفع اور پہلے شفع کی ایک ایک رکعت میں (قراءت ترک کی ہو)

**(ب) تشریح: شفع، بفتح الشین** : نماز کی ہر دو رکعت کو شفع کہتے ہیں، مثلاً چار رکعت والی نماز میں پہلی دو رکعت کو شفعِ اول اور اخیر کی دو رکعت کو شفعِ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ثانی کہتے ہیں۔

صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی آدمی نے چار رکعت نفل نماز شروع کی اور پہلی یا دوسری رکعت میں نماز کو فاسد کر دیا تو اس پر صرف شفعِ اول یعنی پہلی دو رکعتوں کی ہی قضاء لازم ہوگی۔ اسی طرح دو رکعت مکمل کر لی، پھر تیسری یا چوتھی رکعت میں نماز کو فاسد کر دیا تو اس صورت میں بھی صرف دو رکعت یعنی شفعِ ثانی کی قضاء لازم ہوگی، کیوں کہ نفل نماز کا ہر شفعہ مستقل نماز کا حکم رکھتا ہے۔

اس مسئلہ میں امام ابو یوسفؒ کا اختلاف ہے، وہ فرماتے ہیں کہ چاہے شفعِ اول میں نماز فاسد کرے یا شفعِ ثانی میں مکمل چار رکعت کی قضاء واجب ہوگی، امام ابو یوسفؒ چار رکعت کی نیت سے نماز شروع کرنے کو نذر پر قیاس کرتے ہیں کہ جس طرح اگر کسی نے چار رکعت کی نذر مانی تو چار رکعت اس پر واجب ہو جاتی ہے، اسی طرح چار رکعت کی نیت سے نماز شروع کرے تو اس پر چار رکعت نماز واجب ہو جائے گی، لہٰذا فاسد کرنے کی صورت میں مکمل چار رکعت کی قضاء لازم ہوگی۔

طرفینؒ کی دلیل یہ ہے کہ نفل نماز شروع کرنے سے اس کا واجب ہونا مسلم ہے، لیکن جو شروع کیا وہی واجب ہوگا اور چوں کہ نفل کا شفع ایک مستقل نماز ہے، اس لئے شروع کرنے سے ایک شفع واجب ہو جائے گا، اور اگر فساد لازم آئے تو ایک ہی شفع میں لازم آئے گا، اس لئے اگر کسی نے چار رکعت کی نیت سے نماز شروع کی لیکن دو رکعت کے بعد قعدہ کر کے سلام پھیر لیا تو اس پر نہ تو شفعِ اول کی قضاء لازم ہوگی نہ شفعِ ثانی کی، کیوں کہ شفع اول تو مکمل ہو گیا اور شفعِ ثانی شروع نہیں ہوا اور جب شفعِ ثانی شروع نہیں کیا تو اس کی قضاء بھی لازم نہ ہوگی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

## شرح الوقایہ ص:۱۷۵

وَ سُنَّ التَّرَاوِيحُ عِشْرُونَ رَكْعَةً بَعْدَ الْعِشَاءِ قَبْلَ الْوِتْرِ وَبَعْدَهُ خَمْسُ تَرْوِيحَاتٍ لِكُلِّ تَرْوِيحَةٍ تَسْلِيمَتَانِ وَجَلْسَةٌ بَعْدَهُمَا قَدْرَ تَرْوِيحَةٍ وَالسُّنَّةُ فِيهَا الْخَتْمُ مَرَّةً وَلَا يَتْرُكُ لِكَسْلِ الْقَوْمِ وَلَا يُوْتَرُ بِجَمَاعَةٍ خَارِجَ رَمَضَانَ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کریں، (ب) مطلب لکھیں اور بتائیں کہ کیا تراویح کی نماز سنت مؤکدہ ہے؟ سنتِ مؤکدہ ہونے کی دلیل لکھ کر ترویحہ کی مراد اور مقدار، نیز ترویحہ میں مصلی کے لئے کون سا عمل مستحسن ہے تحریر کریں۔

**الجواب:**

(الف) ترجمہ: تراویح بیس رکعت سنت مؤکدہ ہے عشاء کے بعد وتر سے پہلے اور وتر کے بعد، اور تراویح میں پانچ ترویحات ہیں، اور ہر ترویحہ میں دو سلام ہیں اور ان سلاموں کے بعد ترویحہ کی مقدار ایک جلسہ ہے، اور تراویح میں ایک قرآن کا ختم کرنا سنتِ مؤکدہ ہے اور ختم قرآن کو نہ چھوڑا جائے قوم کی سستی و کاہلی کی بناء پر۔ اور رمضان کے علاوہ جماعت سے وتر نہ پڑھی جائے۔

(ب) تشریح: تراویح بیس رکعتوں کے ساتھ سنتِ مؤکدہ ہے کیونکہ حضرت عمرؓ کے زمانہ سے اس پر صحابہ کرامؓ اور خلفائے راشدین کی مواظبت ثابت ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول "عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الرَّاشدين" سے خلفائے راشدین کے فعل کا سنت ہونا ثابت ہوتا ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ترکِ مواظبت کی اس کا عذر بھی بیان کر دیا، چنانچہ مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین راتوں میں صحابہ کے ساتھ قیام کیا تیئیسویں، پچیسویں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

اور ستائیسویں میں اس کے بعد فرمایا "لم یمنعه من الخروج الیکم الا انی خشیت ان تفرض علیکم" کہ بعد میں اس لئے نہیں نکلا کہ مجھے ڈر ہوا کہ کہیں تم پر فرض نہ کردی جائے، البتہ تعداد میں اختلاف ہے، بعض روایتوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آٹھ رکعات پڑھنا ثابت ہے، بعض سے بیس، لیکن صحابہؓ نے بیس ہی پر مواظبت فرمائی ہے اس لئے بیس ہی رکعت سنت مؤکدہ ہے۔

**بعد العشاء الخ**: سے تراویح کا وقت بیان فرمارہے ہیں کہ تراویح کا وقت عشاء کے بعد وتر سے پہلے ہے، اگر بھولے سے وتر پڑھ لی ہو تب بھی تراویح پڑھ سکتے ہیں، اور اگر کوئی دوران تراویح پیشاب وغیرہ کے لئے جائے جس کی وجہ سے تراویح کی کچھ رکعتیں چھوٹ جائیں تو امام کے ساتھ وتر پڑھ لے اور بعد میں تراویح کی باقی ماندہ نماز پڑھ لے۔

**خمس ترویحات الخ**: ترویحات جمعُ ترویحةٍ: ترویحہ راحت سے مشتق ہے، معنی آرام لینے کے ہیں، مطلب یہ ہے کہ بیس رکعات میں پانچ ترویحات ہوں، ہر ترویحہ دو سلام کا ہو یعنی ہر دو رکعت کے بعد سلام ہو اور چار رکعت کے بعد ترویحہ ہو، اور آرام کے لئے اتنی دیر بیٹھے جتنا وقت چار رکعت پڑھنے میں لگا ہو، یہی مستحب ہے۔

اور دوران ترویحہ یہ دعاء پڑھنا مستحسن عمل ہے، وہ دعاء یہ ہے: سبحان ذی الملک والملکوت سبحان ذی العزة والعظمة والهيبة والقدرة والکبرياء والجبروت، سبحان الملک الحی الذی لا ینام ولا یموت، سبوح قدوس ربنا ورب الملائکة والروح اللّٰهم اجرنا من النار یا مجیر یا مجیر یا مجیر.

اور اگر یہ دعاء یاد نہ ہو تو دیگر تسبیحات یا ذکر اللہ میں لگا رہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

**والسنة فيها الخ:** تراویح میں ایک قرآن کا ختم کرنا سنت ہے لوگوں کی سستی اور کاہلی کی وجہ سے اس کو ترک کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

**ولا يوتر جماعة الخ** :رمضان کے علاوہ وتر کو جماعت سے نہ پڑھا جائے کیوں کہ وتر کی جماعت صحابہ سے صرف رمضان میں ثابت ہے، رمضان کے علاوہ میں ثابت نہیں ہے اور غیر رمضان میں وتر کی جماعت نہ ہونے پر امت کا اجماع بھی ہے۔

## شرح الوقایہ ص:۱۸۴

مَنْ صَلّٰى خَمساً ذَاكِراً فَائِتَةً فَسَدَ الْخَمْسُ مَوْقُوفاً اِنْ اَدّٰى سَادِساً صَحَّ الْكُلُّ وَ اِنْ قَضَى الْفَائِتَةَ بَطَلَ فَرْضِيَّةُ الْخَمْسِ لاَ اَصْلُهَا ..........وَ اِنَّمَا قَالَ اَبُوْ حَنِيْفَةَؒ بِالْفَسَادِ الْمَوْقُوفِ لِاَنَّهُ اِنْ فَسَدَ كُلُّ وَاحِدٍ مِّنْهَا لِوُجُوبِ رِعَايَةِ التَّرْتِيْبِ فَسَاداً غَيْرَ مَوْقُوفٍ فَحِيْنَ اَدّٰى السَّادِسَ تَبَيَّنَ اَنَّ رِعَايَةَ التَّرْتِيْبِ كَانَتْ فِي الْكَثِيْرِ وَهٰذَا بَاطِلٌ، فَقُلْنَا بِالتَّوَقُّفِ حَتّٰى يَظْهَرَ اَنَّ رِعَايَةَ التَّرْتِيْبِ اِنْ كَانَتْ فِي الْكَثِيْرِ فَلاَ تَجُوْزُ وَاِنْ كَانَتْ فِي الْقَلِيْلِ فَتَجُوْزُ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے (ب) بتائیے کہ قضاء نمازوں میں ترتیب کب واجب ہوتی ہے اور کب ساقط ہوتی ہے؟ (ج) صورتِ مسئلہ لکھ کر فسادِ موقوف اور غیر موقوف میں ائمہ احناف کا اختلاف تحریر کریں، اصل نماز اور فرضیت کے باطل ہونے میں حضرات شیخینؒ اور امام محمدؒ کا مسلک بیان کریں۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

## الجواب:

**(الف) ترجمہ:** کسی نے فائتہ نمازیں یاد رہتے ہوئے پانچ نمازیں پڑھ لیں، تو پانچوں نمازیں موقوفاً فاسد ہوں گی، اب اگر چھٹی نماز ادا کرلی تو تمام نمازیں صحیح ہوجائیں گی اور اگر فائتہ کی قضاء کرلی تو پانچوں نمازوں کی فرضیت باطل ہوجائے گی اس کی اصل باطل نہ ہوگی.................

اور امام ابو حنیفہؒ نے جو فسادِ موقوف کہا ہے وہ اس وجہ سے ہے کہ اگر ان میں سے ہر ایک نماز فاسد ہو جائے، رعایتِ ترتیب کے واجب ہونے کی بناء پر فسادِ غیر موقوف کے طور پر تو جب وہ چھٹی نماز ادا کرے گا تو واضح ہو جائے گا کہ رعایتِ ترتیب کثیر میں تھی حالانکہ یہ باطل ہے، پس ہم نے توقف کیا یہاں تک کہ ظاہر ہو جائے کہ ترتیب کی رعایت اگر کثیر میں ہے تو رعایت جائز نہ ہوگی اور اگر قلیل میں ہے تو جائز ہوجائے گی۔

(ب) اگر کسی شخص کی پانچ نمازیں فوت ہوگئی ہوں تو ان کی قضاء میں ترتیب واجب ہے یعنی اگر کسی شخص کی فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء فوت ہوگئی ہوں اب دوسرے دن کی فجر پڑھنے سے پہلے ان فائتہ نمازوں کی قضاء ضروری ہے اور ساتھ میں یہ بھی ضروری ہے کہ ان فوت شدہ نمازوں کو ترتیب سے قضاء کرے یعنی پہلے فجر کی قضاء کرے پھر ظہر کی پھر عصر کی پھر مغرب کی پھر عشاء کی اور ساتھ میں وتر کی بھی قضاء کرے اور اگر بعض نمازیں فوت ہوئی ہیں تو بھی ان میں اور وقتیہ میں ترتیب شرط ہوگی، مثلاً اگر کسی کی مغرب وعشاء اور وتر فوت ہوچکی ہوں تو وقتیہ یعنی فجر سے پہلے ان کی قضاء ضروری ہوگی، یعنی پہلے مغرب کی قضاء کرے پھر عشاء کی پھر وتر کی قضاء کرے پھر فجر کی نماز پڑھے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

یہ تو اس وقت ہے جب کہ پورا وقت ملے لیکن وقت تنگ ہونے کی بناء پر ترتیب ساقط ہو جاتی ہے، لیکن اگر فائتہ میں سے بعض کی گنجائش ہو اور اس میں ترتیب کی رعایت کی جا سکتی ہے تو پھر ترتیب کی رعایت کرنا بہتر ہے جیسا کہ ظہر وعصر فوت ہونے کی صورت میں اگر مغرب میں صرف سات رکعت کی گنجائش ہو تو ظہر کی فائتہ نماز پڑھ لے، عصر کی نہ پڑھے، لیکن اگر کسی نے فائتہ میں سے بعض کی گنجائش ہونے کے باوجود تمام فائتہ نمازیں چھوڑ دیں اور صرف وقتیہ نماز ادا کی تو مجتبیٰ وغیرہ میں لکھا ہے کہ اس کی ادا صحیح ہو جائے گی کیوں کہ وقت کی تنگی کی بناء پر ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔

**(ج) تشریح**: صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ مثلاً اگر کسی شخص کی ظہر کی نماز فوت ہوگئی اور اس نے یہ یاد ہونے کے باوجود کہ میری ظہر کی نماز فوت ہوگئی ہے عصر، مغرب، عشاء، فجر اور ظہر یہ کل پانچ نمازیں ادا کرلیں تو اس کی پانچ نمازیں فاسد ہیں، اس لئے کہ اس پر ترتیب کی رعایت واجب تھی، لیکن ہمارے ائمہ میں اس بات میں اختلاف ہے کہ آیا یہ فساد موقوفہ ہے یا غیر موقوفہ، صاحبینؒ تو یہ فرماتے ہیں کہ یہ فساد غیر موقوفہ ہوگا، کیوں کہ قیاس یہ کہتا ہے کہ ترتیب کو ساقط کرنے والی کثرت وہ کثرت ہے جو اداءِ صلوٰۃ سے پہلے پائی جائے، اور چوں کہ یہ کثرت نہیں پائی گئی، لہٰذا یہ نمازیں حتمی طور پر فاسد ہو جائیں گی، چاہے اس کے بعد کثرت پائی جائے یا نہ پائی جائے۔

اور امام ابوحنیفہؒ یہ فرماتے ہیں کہ یہ فساد، فسادِ موقوفہ ہوگا، کیوں کہ اگر ان نمازوں کو رعایتِ ترتیب کے واجب ہونے کی بناء پر فاسد قرار دیا جائے تو جب وہ چھٹی نماز اداء کرے گا تو یہ بات ظاہر ہو جائے گی کہ ترتیب کی رعایت کثیر میں ضروری تھی، حالانکہ یہ باطل ہے، کیونکہ کثرت تو ترتیب کو ساقط کر دیتی ہے، لہٰذا ہم نے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

توقف کا حکم دیا کہ دیکھیں وہ دوسرے دن کی عصر جو کہ چھٹی نماز ہوگی اس کو ادا کر لیتا ہے یا اس سے پہلے فائتہ کی قضاء کرتا ہے اب اگر وہ فائتہ کی قضاء کئے بغیر دوسرے دن کی عصر پڑھ لیتا ہے تو ظاہر ہو جائے گا کہ ترتیب کی رعایت کثیر میں ہے، لہذا رعایت جائز نہ ہوگی اور تمام نمازیں درست ہو جائیں گی اور اگر وہ ظہر کی قضاء کر لیتا ہے تو ظاہر ہوگا کہ ترتیب کی رعایت قلیل میں ہے، لہذا ترتیب کی رعایت کرنا ضروری ہوگا، اور ترتیب کی رعایت نہ ہونے کی بناء پر تمام نمازیں فاسد قرار دی جائیں گی۔

**وان قضى الفائتة:** مصنفؒ یہاں سے یہ مسئلہ بیان فرما رہے ہیں کہ اس کی یہ جو پانچوں نمازیں فاسد ہوتی ہیں، یہ اصلاً فاسد ہوتی ہیں یا ان کا صرف وصفِ فرضیت باطل ہوتا ہے تو شیخینؒ فرماتے ہیں کہ اصل نماز باطل نہیں ہوگی بلکہ صرف ان کا وصفِ فرضیت باطل ہو جائے گا، کیوں کہ بطلانِ فرضیت سے بطلانِ اصلیت لازم نہیں آتا، اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اصل نماز ہی باطل ہو جائے گی، ان کی دلیل یہ ہے کہ تحریمہ فرض نماز کے لئے منعقد کیا گیا تھا کسی اور نماز کے لئے نہیں اور جب وصفِ فرضیت باطل ہو گیا تو تحریمہ بھی باطل ہو گیا، اور تحریمہ کے باطل ہونے سے نماز باطل ہوگئی۔

شیخینؒ کی جانب سے اس کا جواب یہ ہے کہ تحریمہ اصل نماز کے لئے منعقد ہوا تھا وصفِ فرضیت کے ساتھ، اور وصف کے باطل ہونے سے اصل کا باطل ہونا لازم نہیں آتا، لہذا ان نمازوں کی صرف فرضیت باطل ہوگی، اصل نماز باطل نہ ہوگی بلکہ وہ نمازیں نفل ہو جائیں گی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

## شرح الوقایہ ص:۱۹۸

وَشُرِطَ لِأَدَائِهَا الْمِصْرُ اَوْ فَنَاءُ هٗ، وَمَا لَا يَسَعُ اَكْبَرُ مَسَاجِدِهٖ اَهْلَهٗ مِصْرٌ، وَاِنَّمَا اِخْتَارَ هٰذَا الْقَوْلَ دُوْنَ التَّفْسِيْرِ الْاَوَّلِ لِظُهُوْرِ التَّوَانِيْ فِيْ اَحْكَامِ الشَّرْعِ لَا سِيَّماً فِيْ اِقَامَةِ الْحُدُوْدِ فِي الْاَمْصَارِ، وَمَا اتَّصَلَ بِهٖ مُعِدًّا لِمَصَالِحِهٖ فَنَاءُ هٗ.

(الف) اعراب لگاکر "ادائها" کی ضمیر کا مرجع ظاہر کرتے ہوئے ترجمہ کیجئے (ب) مطلب لکھتے ہوئے بتائیے کہ مصر کی پہلی تعریف کیا ہے؟ لظہور التوانی سے شارح کیا کہنا چاہتے ہیں واضح کیجئے، (ج) فناء مصر کی مثالیں پیش کرتے ہوئے بتائیے کہ منیٰ اور عرفات میں جمعہ کا کیا حکم ہے؟

الجواب:

**(الف) ترجمہ:** اور ادائے جمعہ کے لئے شہر اور فناء شہر شرط ہے، اور جس جگہ کی سب سے بڑی مسجد وہاں کے رہنے والوں کے لئے کافی نہ ہو وہ مصر (شہر) ہے۔ اور مصنفؒ نے تفسیر اول کے بجائے اس قول کو اختیار کیا ہے، کیوں کہ شہروں میں احکام شرع کے نفاذ میں بالخصوص حدود کے قائم کرنے میں سستی و تکاسل ظاہر ہو چکا ہے۔ اور وہ جگہ جو شہر کے مصالح کے لئے بنائی گئی ہے وہ فناء شہر ہے۔

**(ب) تشریح:** یہاں سے مصنفؒ شروطِ اداء صلوٰۃ کا تذکرہ کر رہے ہیں، چنانچہ فرمایا کہ نماز جمعہ کی ادا کے صحیح ہونے کے لئے سب سے پہلی شرط مصر یا فناء مصر کا ہونا ہے، مصر کی تفسیر میں ہمارے ائمہ کا اختلاف ہے، چنانچہ امام ابو حنیفہؒ سے مصر کی تعریف یوں منقول ہے کہ وہ جگہ جہاں زندگی کی تمام سہولتیں موجود ہوں اور یہ بھی

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

منقول ہے کہ وہ جگہ جہاں سڑکیں ہوں، یا بازار ہو اور حاکم ہو جو ظالم ومظلوم کے درمیان انصاف کرے اور عالم وغیرہ ہو شاید یہ پہلے قول کی تفسیر ہے، اسی قول کو امام کرخیؒ نے اختیار کیا ہے۔

حدود قائم کرنے کی قید لگا کر قاضیہ عورت کو خارج کر دیا کیوں کہ عورت قاضی تو بن سکتی ہے لیکن حدود قائم نہیں کر سکتی۔

مصر کی تعریف میں دوسرا قول یہ ہے کہ مصر وہ جگہ ہے جہاں کے باشندے اگر وہاں کی بڑی مسجد میں جمع ہوں تو وہ مسجد ان کے لئے کافی نہ ہو، اس قول کو عبداللہ بلخی نے اختیار کیا ہے، تیسرا قول یہ ہے کہ جہاں دس ہزار کی آبادی ہو وہ مصر ہے، شارحؒ نے امام یوسفؒ کے پہلے دو اقوال نقل کئے ہیں، اور مصنفؒ نے دوسرے قول کو اختیار کیا ہے۔

**وانما اختار هذا القول الخ:** شارحؒ مصنف کے دوسرے قول کو پسندیدہ قرار دینے کی وجہ بیان فرما رہے ہیں کہ آج کے زمانہ میں احکام شرع کے نفاذ اور حدود کے قائم کرنے میں بہت کوتاہی ہو رہی ہے، اگر اس قول کو اختیار کیا جائے تو تعیین مصر میں کافی دقت ہوگی، لظهور التوانی سے شارحؒ یہی کہنا چاہتے ہیں۔

**(ج) وما اتصل به ...... فناء مصر:** یہاں سے مصنفؒ فنائے مصر کی تفسیر کر رہے ہیں، چنانچہ فرمایا کہ وہ جگہیں جو مصر کی مصلحتوں کے لئے شہر سے باہر ہوتی ہیں وہ فنائے مصر میں داخل ہیں جیسے گھوڑ دوڑ کا میدان، لشکروں وفوجیوں کے جمع ہونے یا ان کے مشق وریاضت کرنے کا میدان اور قبرستان وغیرہ اور جیسے آج کے زمانہ میں اسٹیڈیم اور پارک وغیرہ۔

منیٰ اور عرفات میں جمعہ کا حکم یہ ہے کہ منیٰ میں حج کے موسم میں خلیفۂ وقت یا امیر الحجاج کے لئے جمعہ قائم کرنے کی اجازت ہے اور امیر الحجاج سے مراد حجاز کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

علاقہ کا حاکم یا گورنر ہے جو خلیفہ یا بادشاہِ وقت کی طرف سے متعین ہوتا ہے، البتہ امیرِ موسم کے لئے جمعہ قائم کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

اور عرفات میں جمعہ قائم نہیں کرسکتے کیوں کہ عرفات میں وقوف کچھ وقت کے لئے ہوتا ہے، منیٰ کی طرح دو چار دن کے لئے نہیں، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ منیٰ حرم میں ہونے کی وجہ سے شہر مکہ کے فناء میں داخل ہوجاتا ہے، جبکہ عرفات حل میں داخل ہے اس لئے وہ فناء مکہ کا حکم نہیں لے سکتا، اور تیسری سب سے اہم وجہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرامؓ نے حجۃ الوداع کے موقع پر عرفات میں جمعہ کے دن وقوف کیا تھا لیکن جمعہ نہیں پڑھی تھی بلکہ ظہر پڑھی تھی، اگر عرفات میں جمعہ جائز ہوتا تو آپؐ وہاں جمعہ ضرور پڑھتے۔

## شرح الوقایہ ص:۲۱۶

اِقْتَدَوْا مُتَحَلِّقِيْنَ حَوْلَهَا وَبَعْضُهُمْ اَقْرَبُ مِنْ اِمَامِهٖ اِلَيْهَا جَازَ لِمَنْ لَيْسَ فِيْ جَانِبِهٖ، اِعْلَمْ اَنَّ لِلْكَعْبَةِ اَرْبَعَةَ جَوَانِبَ بِحَسْبِ جُدْرَانِهَا الْاَرْبَعَةِ، فَالْوَاقِفُ فِي الْجَانِبِ الَّذِيْ يَكُوْنُ الْاِمَامُ فِيْهِ اِذَا كَانَ اَقْرَبَ اِلَيْهَا مِنَ الْاِمَامِ يَكُوْنُ مُتَقَدِّماً عَلَى الْاِمَامِ بِخِلَافِ الْوَاقِفِ فِي الْجَوَانِبِ الثَّلَاثَةِ الْاُخَرِ.

(الف) عبارت مع اعراب لکھ کر ضمیروں کا مرجع ظاہر کرتے ہوئے ترجمہ کیجئے، (ب) مطلب تحریر کیجئے، فالواقف الخ سے شارح کیا کہنا چاہتے ہیں بوضاحت لکھئے، نیز مسئلہ کو مثال سے سمجھایئے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

## الجواب

**(الف) ترجمہ:** لوگوں نے کعبہ کے ارد گرد حلقہ بنا کر اقتداء کی اور ان میں سے بعض امام کے بالمقابل کعبہ سے زیادہ قریب ہوں تو ان کی نماز جائز ہے جو امام کی جانب نہ ہوں، جاننا چاہئے کہ کعبہ کے چار جانب ہیں اس کی چار دیواروں کے حساب سے پس اس جانب کھڑا ہونے والا مقتدی جس جانب میں امام ہو اگر امام کے مقابلہ میں کعبہ سے زیادہ قریب ہو تو وہ امام سے مقدم ہوگا، برخلاف دوسری تینوں جانب میں کھڑا ہونے والا۔

**(ب) تشریح: اقتدو امتحلقین ...... قالوا فقف الخ:**

صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ اگر لوگ کعبۃ اللہ کے ارد گرد حلقہ بنا کر نماز پڑھ رہے ہوں تو جس جانب امام ہے اس جانب کے لوگوں کے لئے یہ ضروری ہے کہ ان کے اور کعبہ کے درمیان کا فاصلہ اس فاصلہ سے زیادہ ہونا چاہئے جتنا فاصلہ امام اور دیوارِ کعبہ کے درمیان ہے مثلاً اگر امام اور دیوار کعبہ کے درمیان تین گز کا فاصلہ ہے تو ان کے اور دیوار کعبہ کے درمیان تین گز سے زیادہ کا فاصلہ ہونا چاہئے، کیوں کہ اگر تین گز سے کم فاصلہ ہو تو وہ امام سے مقدم ہوں گے اور اگر مقتدی امام سے آگے ہو تو اس کی اقتداء صحیح نہیں ہوتی، البتہ بقیہ تینوں جانب کے مقتدیوں کا دیوارِ کعبہ سے فاصلہ تین گز سے کم بھی ہو تو حرج نہیں کیونکہ مقدم اور مؤخر ہونے کا اعتبار ایک جہت میں ہوتا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

# کتاب الزکوٰۃ

## شرح الوقایہ ص:۲۱۶

هِيَ لَا تَجِبُ اِلَّا فِيْ نِصَابٍ حَوْلِيٍّ فَاضِلٍ عَنْ حَاجَتِهٖ الْاَصْلِيَّةِ مَمْلُوْكٌ مِلْكًا تَامًّا عَلٰى حُرٍّ مُّكَلَّفٍ ، فَلَا تَجِبُ عَلٰى مُكَاتَبٍ وَمَدْيُوْنٍ مُطَالَبٍ مِّنْ عَبْدٍ بِقَدْرِ دَيْنِهٖ ، وَلَا فِيْ مَالٍ مَّفْقُوْدٍ وَسَاقِطٍ فِيْ بَحْرٍ وَمَغْصُوْبٍ لَا بَيِّنَةَ عَلَيْهِ وَمَدْفُوْنٍ فِيْ بَرِيَّةٍ نَسِيَ مَكَانَهٗ وَدَيْنٍ جَحَدَهُ الْمَدْيُوْنُ سِنِيْنَ ثُمَّ اَقَرَّ بَعْدَهَا عِنْدَ قَوْمٍ.

(الف) عبارت با اعراب لکھئے اور ضمائر کے مراجع متعین کرتے ہوئے ترجمہ کیجئے ،(ب) مطلب لکھتے ہوئے ہر مسئلہ کی الگ الگ تشریح کیجئے ،اور مدیون کے ساتھ ،"مطالب من عبد الخ "کی قید کا فائدہ لکھئے، نیز یہ بھی واضح کیجئے کہ حولانِ حول کو نماء کے قائم مقام کیوں قرار دیا گیا ہے؟

**الجواب:**

**(الف) ترجمہ** :وہ (زکوٰۃ) واجب نہیں ہوتی ہے مگر نصاب حولی میں جو کہ اس کی حاجتِ اصلیہ سے زائد ہو، وہ نصاب ملکیتِ تام مملوک ہو، (زکوٰۃ واجب ہوگی) آزاد مکلّف پر، پس مکاتب پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی ،اور قرض دار پر اس کے قرضہ کے بقدر (مال پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی) جس قرض کا مطالبہ من جانب عبد ہو، اور ایسے مال میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے جو کھو گیا ہو، اور دریا میں گر چکا ہو یا ایسا غصب شدہ ہو جس پر بینہ نہ ہو، یا کسی جنگل میں دفن کیا ہو اور جگہ بھول گیا ہو، یا ایسا دین جس کا مدیون نے چند سالوں تک انکار کیا ہو پھر اس کے بعد ایک قوم کے سامنے اس کا اقرار

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

کیا ہو۔

**(ب) تشریح: هی لا تجب الخ:** یہاں وجوب سے وجوبِ معنوی یعنی فرض مراد ہے نہ کہ وجوبِ اصطلاحی جو کہ دلیلِ ظنی سے ثابت ہوتا ہے، کیوں کہ زکوٰۃ کی فرضیت نصِ قطعی سے ثابت ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان: **آتوا الزکوۃ** اور **خذ من اموالهم صدقة تطهر هم** . اسی طرح زکوٰۃ کی فرضیت میں بہت ساری احادیث بھی ہیں، اسی لئے زکوٰۃ کی فرضیت میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

**نصاب:** مال کی اس مقدار کو کہتے ہیں جس سے کم پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی جیسا کہ احادیث میں سونے چاندی اور سائمہ جانوروں کی ایک مقدار متعین کی گئی ہے کہ یہ چیزیں جب اس مقدار کو پہنچ جائیں تو ان پر زکوٰۃ واجب ہوگی اور اگر اس مقدار سے کم ہو تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

**حولیّ:** یا کی تشدید کے ساتھ حول کی طرف نسبت ہے اور حول سال کو کہتے ہیں یعنی اس نصاب پر زکوٰۃ واجب ہے جس پر ایک سال گزر چکا ہو۔

**حاجته الاصلية:** حاجتِ اصلیہ وہ حاجت اور ضرورت ہے جس کے پورا نہ ہونے پر انسان کی ہلاکت کا اندیشہ ہو، چاہے حقیقی طور پر جیسے نفقہ یعنی کھانے پینے کا خرچ، رہنے کا گھر، جنگ کے آلات اور وہ کپڑے جو سردی گرمی سے بچائے، یا تقدیری طور پر ہو جیسے دین کہ دین کا اداء نہ کرنا انسان کی ہلاکت کا سبب ہو سکتا ہے کیوں کہ قرض خواہ اس کو قید کروا سکتا ہے اور قید ہونا ایک طرح کی ہلاکت ہے۔

شارحؒ نے حولان حول کے شرط ہونے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اصل تو یہ ہے کہ زکوٰۃ صرف نصابِ نامی میں واجب ہوتی ہے، یعنی اس مال میں واجب ہوتی ہے، جس میں بڑھوتری ہو اور سال کا گزرنا بڑھوتری کا سبب ہوتا ہے، کیوں کہ سال میں چار موسم ہوتے ہیں، ربیع، صیف، شتاء، اور خریف اور چوں کہ ہر موسم ایک

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

نئی ضرورت کو لے کر آتا ہے جس کی بناء پر قیمتوں میں اتار چڑھاؤ ہوتا رہتا ہے، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ سال میں ہر چیز کا ایک سیزن ہوتا ہے جس میں تاجر لوگ خوب کمائی کرتے ہیں، لہذا سال گزرنے کو نماء یعنی بڑھوتری کے قائم مقام کر دیا گیا اور اسی پر حکم دائر کر دیا گیا اب چاہے حقیقتاً بڑھوتری ہو یا نہ ہو سال گزرنے پر زکوٰۃ واجب ہو جائے گی، اس تقریر سے حولانِ حول کو نماء کے قائم مقام کرنا اچھی طرح واضح ہو گیا۔

**مملوک ملکا تامّاً:** مسئلہ یہ ہے کہ زکوٰۃ صرف اس مال میں واجب ہوتی ہے جس مال پر آدمی کو ملکیت تامہ حاصل ہو، لہذا مکاتب پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی کیوں کہ اس کو اپنے مال پر ملکِ ید تو حاصل ہوتی ہے لیکن ملکِ رقبہ حاصل نہیں ہوتی، یعنی اس کو اپنے مال میں تصرف کا حق تو حاصل ہوتا ہے لیکن وہ ذاتِ مال کا اس طور پر مالک نہیں ہوتا کہ اس کی ملکیت کو جس طرح چاہے منتقل کرے۔

**ومدیون مطالب الخ:** اسی طرح مدیون پر اس کے دین کے بقدر مال پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، البتہ شرط یہ ہے کہ اس دین کا مطالبہ کرنے والا بندہ ہو اور اگر ایسا دین ہے جس کا مطالبہ من جانب اللہ ہو تو وہ دین مانع زکوٰۃ نہ ہوگا مثلاً کوئی شخص دوسو درہم کا مالک ہے اور اس نے ان میں سے پچاس درہم کی نذر مانی اور ابھی نذر پوری نہیں کی اور سال پورا ہو گیا تو ان دوسو درہموں کی زکوٰۃ واجب ہوگی، نذر کا دین وجوبِ زکوٰۃ سے مانع نہ ہوگا، اسی طرح اس پر کوئی کفارہ لازم ہو چکا ہے کفارۂ یمین ہو یا ظہار ہو یا کوئی اور کفارہ یہ بھی وجوبِ زکوٰۃ سے مانع نہ ہوگا، ان ہی چیزوں کو خارج کرنے کے لئے مطالب من عبدٍ کی قید لگائی۔

**ولا فی مال مفقود الخ:** مصنفؒ یہاں سے مالِ ضمار اور اس کا حکم بیان فرما رہے ہیں، مالِ ضمار وہ مال کہلاتا ہے جو غائب ہو اور جس کے ملنے کی امید نہ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ہو اگر ملنے کی امید ہو تو وہ مال ضمار نہیں ہے۔ اور بعض لوگوں نے مال ضمار کی تعریف یوں کی ہے کہ وہ مال جو بعینہ قائم تو ہو لیکن اس سے نفع نہ اٹھایا جا سکتا ہو، پہلی تعریف زیادہ بہتر ہے، مصنفؒ نے مال ضمار کی چند صورتیں بیان فرمائی ہیں (۱) مال مفقود: یعنی وہ مال جو گم ہو گیا ہو یا غلام بھاگ گیا ہو یا کوئی جانور بھٹک کر کہیں نکل گیا ہو اور ان کا صحیح پتہ معلوم نہ ہو (۲) وہ مال جو سمندر میں گر گیا ہو (۳) وہ مال جو غصب کر لیا گیا ہو اور اس پر بینہ نہ ہو۔ (۴) وہ مال جو کسی جنگل یا میدان میں دفن کیا پھر جگہ بھول گیا، لیکن وہ مال جو گھر یا باغ میں دفن کیا اور جگہ بھول گیا تو وہ مال ضمار کے حکم میں نہیں ہے کیوں کہ اس کا حاصل کرنا ممکن ہے (۵) وہ دین کہ مدیون اس سے انکار کر دے پھر چند سال کے بعد کسی کے سامنے اقرار کر لے یا مالک دین کو ادا کر دے (۶) وہ مال جو حکمرانوں کی طرف سے ناحق وصول کیا گیا ہو وغیرہ۔

**مال ضمار کا حکم:** حکم یہ ہے کہ اگر وہ مال چند سالوں کے بعد مالک کو مل گیا ہو تو ہمارے نزدیک ان سالوں کی زکوٰۃ واجب نہ ہوگی جن سالوں میں یہ مالِ ضمار رہا ہو، البتہ امام شافعیؒ کے نزدیک ان سالوں کی بھی زکوٰۃ واجب ہوگی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

## شرح الوقایہ ص:۲۱۹

وَلاَ یَبْقٰی لِلتِّجَارَةِ مَا اشْتَرَاهُ لَهَا فَنَوٰی خِدْمَتَهٗ ثُمَّ لاَ یَصِیْرُ لِلتِّجَارَةِ وَاِنْ نَوَاهُ لَهَا مَالَمْ یَبِعْهُ وَمَا اشْتَرَاهُ لَهَا کَانَ لَهَا لاَمَا وَرِثَهٗ وَنَوٰی لَهَا وَمَا مَلَکَهٗ بِهِبَةٍ اَوْوَصِیَّةٍ اَوْ نِکَاحٍ اَوْ خُلْعٍ اَوْصُلْحٍ عَنْ قَوْدٍ وَنَوَاهُ لَهَا کَانَ لَهَا عِنْدَ اَبِیْ یُوْسُفَؒ لاَ عِنْدَ مُحَمَّدٍؒ.

(الف) عبارت باعراب لکھ کر ضمیروں کا مرجع ظاہر کرتے ہوئے ترجمہ لکھئے (ب) مطلب لکھئے، ثم لا یصیر للتجارۃ سے مصنفؒ کیا کہنا چاہتے ہیں، (ج) شراء وراثت اور ہبہ وغیرہ کے درمیان مصنف نے جو فرق تحریر کیا ہے اس کو واضح کیجئے کیا سونا چاندی اور سوائم میں بھی وجوبِ زکوۃ کے لئے نیتِ تجارت شرط ہے؟

**الجواب**

**(الف) ترجمہ:** اور وہ مال بطورِ مالِ تجارت کے باقی نہیں رہے گا جو تجارت کے لئے خریدا تھا پس اس میں خدمت کی نیت کرلی، پھر وہ تجارت کا مال نہیں ہوگا اگرچہ تجارت کی نیت کرے جب تک کہ اس کو بیچ نہ دے، اور جو مال تجارت کے لئے خریدا وہی تجارت کے لئے ہوگا نہ کہ وہ مال جس کا وارث ہوا ہو اور اس میں تجارت کی نیت کی ہو، اور وہ مال جس کا ہبہ یا وصیت یا نکاح یا خلع یا قصاص کے بدلہ میں صلح کے ذریعہ مالک بنا ہو اور اس میں تجارت کی نیت کی ہو تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک وہ مالِ تجارت ہو جائے گا، امام محمدؒ کے نزدیک نہیں۔

**(ب) تشریح:** اس مسئلہ کو جاننے سے پہلے دو باتیں جاننا ضروری ہے (۱) سونے چاندی اور سائمہ جانوروں کے علاوہ دوسری چیزوں میں صرف ان میں زکوۃ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

واجب ہوگی جو تجارت کے لئے ہوں، خدمت، ضرورت یا استعمال کی چیزوں میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی، (۲) اور مال تجارت وہی کہلائے گا جس مال کا اختیاری طور پر مالک بنا ہو اور مالک بنتے وقت ہی اس میں تجارت کی نیت ہو۔

اب اس عبارت مذکورہ میں مصنفؒ نے سب سے پہلے تو یہ مسئلہ بیان کیا ہے کہ اگر کوئی مال مال تجارت کی نیت سے خریدا گیا، پھر مالک نے یہ ارادہ کرلیا کہ اس چیز کو اپنی خدمت یا استعمال کے لئے رکھ لیتے ہیں، تو اب یہ مال تجارت کا مال نہ کہلائے گا اور اس کی زکوٰۃ واجب نہ ہوگی، اگر چہ کہ بعد میں اس کو بیچ دینے کا ارادہ کیا ہو تو اب صرف ارادہ سے وہ چیز مالِ تجارت نہیں ہوجائے گی جب تک کہ اس کو بیچ نہ دے، ثم لا یصیر الخ سے مصنفؒ یہی کہنا چاہ رہے ہیں کہ صرف ارادہ سے خدمت میں یا استعمال میں رکھی ہوئی چیز مال تجارت نہیں ہوگی جب تک کہ اس کو بیچ نہ دے۔

## شراء، وراثت اور ہبہ وغیرہ کے درمیان فرق

**وما اشتراہ لہا:** یعنی وہی اشیاء مالِ تجارت کہلائے گی جن کو تجارت کی غرض سے خریدا ہو، وہ اشیاء مالِ تجارت نہیں کہلائے گی جن کا وارث بنا ہو، اور وراثت حاصل کرتے وقت ان میں تجارت کی نیت کی ہو، کیوں کہ وراثت میں ملکیت اختیاری نہیں ہوتی جیسا کہ جنین یعنی وہ بچہ جو ابھی ماں کے پیٹ میں ہے اس کے لئے بھی وراثت ہوجاتی ہے حالاں کہ اس کو کوئی اختیار نہیں ہوتا، تو معلوم ہوا کہ وراثت کے ذریعہ ملکیت کا حاصل ہونا غیر اختیاری فعل ہے اور نیت کا اعتبار اختیاری افعال میں ہوتا ہے، غیر اختیاری میں نہیں، لہذا اس مالِ وراثت میں تجارت کی نیت کا اعتبار نہ ہوگا۔

**وما ملکہ بہبۃ او وصیۃ:** شراء یعنی خریدی ہوئی اشیاء میں نیتِ

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

تجارت کا صحیح ہونا اور وراثت کی اشیاء میں نیتِ تجارت کا صحیح نہ ہونا متفق علیہ مسئلہ ہے۔

لیکن وہ اشیاء جو بطورِ ہبہ کے ملکیت میں آئی ہوں یا وصیت کی وجہ سے ملکیت میں آئی ہوں یا نکاح کے بغیر مہر کی صورت میں عورت کی ملکیت میں آئی ہوں یا بدلِ خلع کے طور پر شوہر کو حاصل ہوئی ہوں یا قصاص کے بدلہ میں صلح کے طور پر جو مال ورثاء کو ملا ہو اس میں نیتِ تجارت صحیح ہے یا نہیں؟ اس بارے میں امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا اختلاف ہے، امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ ان اشیاء میں نیتِ تجارت درست ہوگی کیوں کہ یہاں نیت اس کے فعل اختیاری کے ساتھ متصل ہوئی ہے اور اس کا فعل ان چیزوں کو قبول کرنا ہے۔ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ ان چیزوں میں نیتِ تجارت صحیح نہیں ہے، کیوں کہ ان کے نزدیک نیت کا عملِ تجارت سے متصل ہونا ضروری ہے اور ہبہ، صدقہ وغیرہ عملِ تجارت میں سے نہیں ہے اس لئے تجارت کی اجازت ان چیزوں کو شامل نہیں ہوتی، اسی وجہ سے عبدِ ماذون اور مضارب کو ہبہ وغیرہ کی اجازت نہیں ہوتی۔

**فائدہ:** سونا، چاندی اور سائمہ جانوروں (یعنی وہ جانور جو سال کا اکثر حصہ مباح جنگلات میں چرتے ہوں) میں وجوبِ زکوۃ کے لئے نیتِ تجارت شرط نہیں ہے، چاہے نیتِ تجارت ہو یا نہ ہو اگر یہ بقدرِ نصاب ہوں تو ان میں زکوۃ واجب ہوگی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

## شرح الوقایہ ص: ۲۲۰

وَلاَ اَدَاءَ اِلَّا بِنِيَّةٍ قُرِنَتْ بِهٖ اَوْ بِعَزْلِ قَدْرِ مَا وَجَبَ وَتَصَدُّقُهٗ بِكُلِّ مَالِهٖ بِلاَ نِيَّةٍ مُسْقِطٌ وَبِبَعْضِهٖ لاَ عِنْدَ اَبِيْ يُوْسُفَ اَيْ اِذَا تَصَدَّقَ بِجَمِيْعِ مَالِهٖ بِلاَ نِيَّةِ الزَّكوٰةِ تَسْقُطُ الزَّكوٰةُ، وَ اِنْ تَصَدَّقَ بِبَعْضِ مَالِهٖ تَسْقُطُ زَكوٰةُ الْمُؤَدّٰى عِنْدَ مُحَمَّدٍ خِلاَفًا لِاَبِيْ يُوْسُفَ .

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے (ب) تمام مسائل کی اس طرح تشریح کیجئے کہ صاحبین کا اختلاف واضح ہو جائے، اور ایک ایسی مثال پیش کیجئے جس سے صاحبینؒ کے اختلاف کا ثمرہ ظاہر ہو جائے۔

الجواب:

**(الف) ترجمہ**: اور ادائیگی زکوٰۃ صحیح نہیں ہے مگر اس نیت کے ساتھ جو ادائیگی سے ملی ہوئی ہو یا واجب مقدار کو جدا کرنے سے ملی ہو، اور بغیر نیت کے کل مال کا صدقہ کر دینا زکوٰۃ کو ساقط کر دیتا ہے اور بعض مال کا بلا نیت صدقہ کرنا امام ابو یوسفؒ کے نزدیک ساقط نہیں کرتا، یعنی اگر پورا مال بغیر نیتِ زکوٰۃ کے صدقہ کر دے تو زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی، اور اگر بعض مال صدقہ کرے تو امام محمدؒ کے نزدیک مؤدّٰی کی زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی برخلاف امام ابو یوسفؒ کے۔

**(ب) تشریح**: چوں کہ زکوٰۃ ایک عبادت مقصودہ ہے، لہٰذا اس کی ادائیگی کے لئے نیت شرط ہے اور اصل تو یہی ہے کہ نیت اداء کے ساتھ ملی ہو لیکن چونکہ زکوٰۃ کی ادائیگی متفرق اوقات میں ہوتی ہے اس لئے ہر وقت نیت کے شرط ہونے میں بڑا حرج لازم آتا ہے، لہٰذا ایک مرتبہ اپنے مال سے مقدارِ زکوٰۃ کو جدا کرتے وقت نیت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

کر لے تو کافی ہے بعد میں اسی میں سے ادا کرتا رہے تو زکوٰۃ اداء ہو جائے گی۔

**اذا تصدق بجميع ماله الخ** :یعنی اگر کسی کے پاس بقدرِ نصاب مال موجود ہے اور اس پر سال بھی گزر گیا جس کی بناء پر زکوٰۃ واجب ہوگئی اب اگر وہ بغیر نیتِ زکوٰۃ کے پورا مال صدقہ کر دے تو اس پر سے زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی، یہ مسئلہ تو متفق علیہ ہے، لیکن اگر پورا مال صدقہ نہ کرے بلکہ بعض مال صدقہ کرے تو اس صورت میں امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ کے درمیان اختلاف ہے۔

امام محمدؒ تو یہ فرماتے ہیں کہ جتنا مال صدقہ کیا ہے اس کے بقدر مال کی زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی، اور امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ کچھ بھی زکوٰۃ ساقط نہیں ہوگی بلکہ اس کو پورے مال کے حساب سے زکوٰۃ اداء کرنی ہوگی۔

ثمرۂ اختلاف اس صورت میں ظاہر ہوگا کہ مثلاً کسی آدمی کے پاس دوسو دراہم ہیں اس میں سے اس نے سو دراہم صدقہ کر دیئے، بغیر نیتِ زکوٰۃ کے تو امام محمدؒ کے نزدیک ان صدقہ کیے ہوئے سو درہموں کی زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی اور اس کو صرف بقیہ سو درہموں کی زکوٰۃ اداء کرنی ہوگی، یعنی ڈھائی درہم اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مکمل دوسو دراہم کی زکوٰۃ اداء کرنی ہوگی یعنی پانچ درہم۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

## شرح الوقایہ ص:۲۲۲

وَلاَ شَيْئَ فِي بَغلٍ وَحِمَارٍ لَيْسَا لِلتِّجَارَةِ وَلاَ فِي عَوَامِلَ وَحَوَامِلَ وَعَلُوْفَةٍ وَلاَ فِي حَمَلٍ وَفَصِيْلٍ وَعَجِيْلٍ اِلَّا تَبْعاً لِلْكَبِيْرِ وَلاَ فِي ذُكُوْرِ الْخَيْلِ مُنْفَرِدَةً وَكَذَا فِي اِنَاثِهَا فِي رِوَايَةٍ وَفِي كُلِّ فَرَسٍ مِّنَ الْمُخْتَلَطِ بِهِ الذُّكُوْرُ وَالْاِنَاثُ سَائِمَةً دِيْنَارٌ أَوْ رُبُعُ عُشْرِ قِيْمَتِهٖ نِصَاباً.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ کیجئے (ب) تمام مسائل کی واضح تشریح کرتے ہوئے بتایئے کہ "عوامل وحوامل اور علوفة" کسے کہتے ہیں (ج) "وفي كل فرس الخ" کی تسلی بخش وضاحت کیجئے۔

الجواب:

**(الف) ترجمہ:** اور ایسے خچر اور گدھے میں جو تجارت کے لئے نہ ہوں، کوئی چیز (بطور زکوٰۃ کے) واجب نہیں ہے اور نہ عوامل وحوامل اور علوفہ میں، اور حمل، فصیل اور عجیل میں بھی زکوٰۃ واجب نہیں ہے، مگر بڑے کے تابع ہو کر، اور نہ صرف نر گھوڑوں میں اور اسی طرح صرف مادہ گھوڑوں میں ایک روایت کے اعتبار سے (زکوٰۃ واجب نہیں ہے) اور جو مذکر ومؤنث مختلط گھوڑے ہوں اور سائمہ ہوں تو ان میں ہر گھوڑے پر ایک دینار ہے یا اس کی قیمت کا چالیسواں حصہ بھی دے سکتا ہے اگر وہ قیمت نصاب کو پہنچے۔

**(ب) تشریح:** اس سے پہلے تو مصنفؒ نے ان جانوروں کا تذکرہ کیا تھا جن میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، یہاں سے ان جانوروں کا تذکرہ فرما رہے ہیں جن میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے، چنانچہ فرمایا کہ گدھے اور خچر میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے، کیوں

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

کہ یہ عموماً حوائل میں داخل ہوتے ہیں، شرط یہ ہے کہ یہ جانور تجارت کے لئے نہ ہوں ،اگر تجارت کے لئے ہوں تو مالِ تجارت ہونے کی وجہ سے ان پر زکوۃ واجب ہوگی ،اسی طرح عوامل، حوامل اور علوفہ میں زکوۃ واجب نہیں ہے۔

**عوامل** : یعنی وہ جانور جن سے کام لیا جاتا ہو، مثلاً زمین جوتنا یا تیلی کا بیل وغیرہ۔

**حوامل**: یعنی وہ جانور جن پر بوجھ لادا جاتا ہو، یا بیل گاڑی کا جانور۔

**علوفہ** : یعنی وہ جانور جن کو کوٹھے وغیرہ میں باندھ کر رکھا جاتا ہو اور وہیں دانہ پانی دیا جاتا ہو، دوسرے معنی میں وہ جانور جو سال کا اکثر حصہ مباح جنگلات میں نہ چرائے جاتے ہوں، علوفہ، سائمہ کی ضد ہے۔

**سائمہ**: وہ جانور ہے جو سال کا اکثر حصہ مباح جنگلات میں چرائے جاتے ہیں ، بہر حال مذکورہ جانوروں پر سوائے سائمہ کے زکوۃ واجب نہیں ہے، کیوں کہ یہ جانور خدمت یا ضرورت کے لئے ہیں اور علوفہ چوں کہ سائمہ کی ضد ہے اور وجوبِ زکوۃ کے لئے سائمہ ہونا ضروری ہے اس لئے علوفہ میں بھی زکوۃ واجب نہیں ہوگی۔

**ولا فی حمل و فصیل الخ** :

**حمل** : بکری کے اس بچہ کو کہتے ہیں جو ابھی پہلے سال میں ہو اور اس پر سال پورا نہ ہوا ہو۔

**فصیل** : اونٹ کے اس بچہ کو کہتے ہیں جو ابھی ایک سال کا نہ ہوا ہو۔

**عجیل** : گائے کے اس بچہ کو کہتے ہیں جس کا سال مکمل نہ ہوا ہو۔

تو اگر صرف حمل یا فصیل یا عجیل ہوں تو ان پر زکوۃ واجب نہ ہوگی ہاں بڑوں کے تابع ہو کر ان میں زکوۃ واجب ہوگی، مثلاً اگر کسی کے پاس ستائیس گائے ہیں اور تین عجیل ہیں اور سب کو ملا کر تیس کو پہنچ جاتے ہیں تو ان پر زکوۃ واجب ہوگی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

اسی طرح اگر صرف نر گھوڑے ہوں تو ان میں بھی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، کیوں کہ ان میں افزائش نسل نہ ہونے کی وجہ سے یہ مال نامی نہیں ہیں، اسی طرح اگر صرف مادہ گھوڑیاں ہوں تو ایک روایت کے اعتبار سے زکوٰۃ واجب نہ ہوگی، کیوں کہ صرف گھوڑیوں میں بھی افزائش نسل نہیں ہوسکتی، لیکن دوسری روایت میں صرف گھوڑیوں میں بھی زکوٰۃ واجب ہوگی، کیوں کہ عاریۃً فحل کے ذریعہ افزائش نسل ممکن ہے، برخلاف نر گھوڑوں کے۔

**وفی کل فرس من المختلط الخ:** نر مادہ مختلط گھوڑوں میں سائمہ ہونے پر ہر گھوڑے میں ایک دینار زکوٰۃ واجب ہوگی یا اس کی قیمت کا چالیسواں حصہ واجب ہوگا اگر ان گھوڑوں کی قیمت نصاب کو پہنچ جائے۔

## شرح الوقایہ ص: ۲۲۳

وَالزَّكٰوةُ فِيْ النِّصَابِ لاَ الْعَفْوِ ، وَ هَلاَكُ النِّصَابِ بَعْدَ الْحَوْلِ يُسْقِطُ الْوَاجِبَ وَهَلاَكُ الْبَعْضِ حِصَّتَهٗ وَ يُصْرَفُ الْهَلاَكُ إِلَى الْعَفْوِ اَوَّلاً ثُمَّ إِلىٰ نِصَابٍ يَلِيْهِ ثُمَّ وَثُمَّ اِلىٰ اَنْ يَّنْتَهِيَ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر ترجمہ لکھیں (ب) مطلب لکھیں نیز ثم وثم الی ان ینتهی کی تقدیری عبارت اور مفہوم کی وضاحت کریں، یہاں پر لفظ عفو سے کیا مراد ہے؟ مذکورہ مسائل کو مع امثلہ واضح کریں۔

الجواب:

**(الف) ترجمہ:** اور زکوٰۃ نصاب میں ہے نہ کہ عفو میں اور سال گزرنے کے بعد نصاب کا ہلاک ہونا واجب کو ساقط کر دیتا ہے، اور بعض نصاب کا ہلاک ہونا

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

اس کے حصہ کو ساقط کر دیتا ہے، اور ہلاک کو پہلے عفو کی طرف پھیرا جائے گا پھر اس نصاب کی طرف جو اس سے ملا ہوا ہے، پھر اس سے ملے ہوئے کی طرف، پھر اس سے ملے ہوئے کی طرف، یہاں تک کہ نصاب ختم ہو جائے۔

(ب) تشریح: ثم وثم الی ان الخ ای ثم الی نصاب یلیه وثم إلی نصاب یلیه الی ان ینتهی النصاب.

**والزکوة فی النصاب:** وجوبِ زکوۃ میں اصل اعتبار نصاب کا ہے، عفو کا نہیں مثلاً پچیس اونٹوں کے نصاب میں ایک بنتِ مخاض واجب ہے پینتس تک، تو اس میں پچیس سے پینتیس تک عفو ہیں ان کے ہونے یا نہ ہونے کا کوئی اعتبار نہیں، اب اگر کسی کی ملکیت میں پینتیس اونٹ ہیں اور سال گزرتے گزرتے پچیس کے اوپر کے کل دس اونٹ یا ان میں سے بعض ہلاک ہو جائیں تو بھی فریضہ نہیں بدلے گا اور بنتِ مخاض ہی واجب رہے گا۔

**نصاب وعفو:** نصاب تو وہ ہے جس میں واجب بدلتا ہے اور عفو میں واجب نہیں بدلتا، مثلاً پانچ اونٹ میں ایک بکری واجب ہوتی ہے اور نو اونٹ تک ایک ہی بکری واجب رہتی ہے، دس اونٹوں پر دو بکریاں واجب ہوتی ہیں، تو پانچ اور دس تو نصاب ہے اور چھ سے نو تک عفو ہے، اسی طرح پچیس اونٹوں میں ایک بنتِ مخاض واجب ہوتا ہے، پینتیس تک اور چھتیس میں ایک بنت لبون واجب ہوتا ہے تو پچیس اور چھتیس نصاب ہے اور چھبیس سے پینتیس تک عفو ہے۔

**وهلاک النصاب بعد الحول الخ:** بعد الحول نصاب کے ہلاک ہونے کے سلسلہ میں امام ابوحنیفہؒ کا مذہب یہ ہے کہ ہلاکت کو اولاً عفو کی طرف پھیرا جائے گا پھر اس کے بعد اس نصاب کی طرف جو عفو سے ملا ہوا ہو، پھر اس نصاب کی طرف جو اس نصاب سے ملا ہوا ہو، دلیل یہ ہے کہ اصل تو نصابِ اول ہے اور اس کے

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

بعد کا نصاب اور عفو یہ نصابِ اول کے تابع ہے اور ہلاکت کی صورت میں ہلاکت کو پہلے تابع کی طرف پھیرا جاتا ہے جیسا کہ مضاربت میں ہلاکت کو اولاً نفع کی طرف پھیرا جاتا ہے نہ کہ رأس المال کی طرف۔

لہذا اب اگر کسی کے پاس ساٹھ بکریاں تھیں، جس میں ایک بکری واجب ہے اور سال پورا ہونے پر بیس بکریاں ہلاک ہوگئیں تو بھی اس پر ایک ہی بکری واجب رہے گی، کیوں کہ چالیس بکریوں پر ایک بکری واجب ہوتی ہے جو کہ نصاب ہے اور بیس بکریاں جو ہلاک ہوئی ہیں وہ عفو میں سے ہیں، لہذا ہلاکت کو عفو کی طرف پھیرا گیا، اسی طرح اگر کسی کے پاس چھ اونٹ تھے جن میں ایک بکری واجب ہے اب ایک اونٹ ہلاک ہوگیا، تب بھی بکری واجب رہے گی کیوں کہ اصل نصاب پانچ اونٹ ہیں جو کہ باقی ہیں جن پر ایک بکری واجب ہوتی ہے اور جو ایک اونٹ ہلاک ہوا وہ عفو میں سے ہے۔

## شرح الوقایہ ص: ۲۳۰

وَوَرِقٌ غَلَبَ فِضَّتُهُ فِضَّةٌ وَ مَا غَلَبَ غَشُّهُ يُقَوَّمُ وَنُقْصَانُ النِّصَابِ فِي الْحَوْلِ هَدَرٌ ، وَيُضَمُّ الذَّهَبُ إِلَى الْفِضَّةِ وَ الْعُرُوْضُ اِلَيْهِمَا بِالْقِيْمَةِ.

(الف) عبارت پر اعراب لگا کر تفصیل کے ساتھ مطلب لکھیں (ب) سونے کو چاندی کے ساتھ ملانے میں امام ابوحنیفہؒ اور صاحبین کا اختلاف حسبِ بیان شارح لکھیں اور کتاب میں ذکر کردہ مثالوں کی وضاحت کریں۔

الجواب:

**(الف) ترجمہ**: اور ورق میں چاندی غالب ہو تو وہ پورا چاندی ہے، اور

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

جس میں کھوٹ غالب ہو تو اس کی قیمت لگائی جائے گی، اور درمیانِ سال میں نصاب کا کم ہونا ہدر (لغو) ہے۔

اور سونے کو چاندی کے ساتھ ملایا جائے گا اور سامانِ تجارت کو سونے چاندی دونوں کے ساتھ ملایا جائے گا، قیمتاً۔

**تشریح:** ورِق واؤ کے فتحہ اور راء کے کسرہ کے ساتھ، چاندی کے اس ٹکڑے کو کہتے ہیں جس کو پگھلا کر کسی سانچے میں نہ ڈھالا گیا ہو اور چوں کہ اس میں عام طور پر کھوٹ ملی ہوئی ہوتی ہے۔

اس لئے خاص طور پر اس کا مسئلہ بیان کیا جا رہا ہے کہ اگر چاندی غالب ہو اور کھوٹ کم ہو تو یہ **للاکثر حکم الکل** کے تحت چاندی ہی شمار ہوگا اور اگر کھوٹ غالب ہو تو یہ سامان کے حکم میں ہوگا، اگر اس کی قیمت نصاب کو پہنچ جائے تو زکوۃ واجب ہوگی ورنہ نہیں۔

**ونقصان النصاب فی الحول هدر** : یعنی اگر درمیانِ سال میں نصاب میں کچھ کمی واقع ہو جائے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا، شروع سال اور اختتام سال میں مکمل نصاب موجود ہو تو زکوۃ واجب ہوگی، درمیان سال میں نصاب میں کمی کا واقع ہو جانا کچھ اثر نہیں کرے گا، مثلاً اگر کسی کے پاس ضرورت سے زائد بیس دینار جمع ہو جائیں یا وہ اپنی دکان میں بیس دینار کا سامانِ تجارت بھر دے اور مثلاً یہ رجب میں ہو تو یہی اس کے لئے اول سال ہے، درمیان سال میں اگر ان میں کچھ کمی ہوگئی مثلاً پندرہ دینار رہ گئے پھر آئندہ سال رجب آتے آتے یہ کمی پوری ہوگئی اور مکمل بیس دینار ہو گئے تو اس پر ان بیس دیناروں کی زکوۃ واجب ہوگی۔

**نوٹ:** واضح رہے کہ یہ مسئلہ نصاب میں کمی ہونے پر ہے اگر نصاب بالکل ہی ختم ہو جائے، مثلاً درمیان سال میں کچھ باقی نہ رہا ہو تو زکوۃ واجب نہ ہوگی۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

**(ب) ويضم الذهب إلى الفضة:** مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس نہ سونے کا نصاب مکمل ہو اور نہ چاندی کا نصاب مکمل ہو تو ہمارے ائمہ کے نزدیک سونے کو چاندی سے یا چاندی کو سونے سے ملا کر اگر نصاب پورا ہو تو جس کا بھی نصاب پورا ہوتا ہے اس کے اعتبار سے زکوٰۃ واجب ہو جائے گی، اسی طرح سامانِ تجارت کو بھی سونے چاندی کے ساتھ ملا کر نصاب پورا کیا جائے گا۔

البتہ قیمتاً ملایا جائے یا اجزاءً ملایا جائے اس میں اختلاف ہے، امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قیمتاً ملایا جائے گا اور صاحبینؒ کے نزدیک اجزاءً ملایا جائے گا، صاحبینؒ کی دلیل یہ ہے کہ سونے چاندی میں قدر معتبر ہے قیمت نہیں، جیسا کہ اگر کسی کے پاس کوئی چاندی کی چیز ہے جس کا وزن دوسو درہم سے کم ہے لیکن اس کی قیمت دوسو درہم سے زائد ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی، پس معلوم ہوا کہ اعتبار وزن کا ہے قیمت کا نہیں۔

امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ سونے اور چاندی کو جس مجانست کی بناء پر ملانے کا حکم دیا جا رہا ہے وہ ثمنیت ہے جو قیمت کے اعتبار سے متحقق ہوتی ہے نہ کہ صورت کے اعتبار سے، اسی اختلاف کی بناء پر اس کے اگلے مسئلہ میں اختلاف ہو رہا ہے کہ اگر کسی کے پاس دس دینار اور نوے درہم ہوں اور نوے درہم کی قیمت دس دینار کے برابر ہو تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی کیوں کہ قیمت کے اعتبار سے سونے کا نصاب بن رہا ہے۔

اور صاحبینؒ کے نزدیک اس پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی، کیوں کہ اجزاءً نصاب پورا نہیں ہو رہا ہے، دس دینار سونے کا نصف نصاب ہے اور نوے درہم چاندی کا نصاب نہیں ہے بلکہ نصف سے کم ہے اس لئے نصاب پورا نہ ہوا تو زکوٰۃ بھی واجب نہ ہوگی، اور اگر کسی کے پاس دس دینار ہوں اور سو درہم ہوں تو بالاتفاق اس پر زکوٰۃ واجب

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

ہوگی، صاحبینؒ کے نزدیک تو اس لئے کہ نصف نصف ملا کر مکمل نصاب ہوگیا، اور امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک سو درہموں کی قیمت یا تو دس دیناروں کے برابر ہوگی یا زائد ہوگی تو ان دونوں صورتوں میں سونے کا نصاب قیمتاً پایا گیا، اور اگر سو درہموں کی قیمت دس دیناروں سے کم ہو تو لا محالہ دس دیناروں کی قیمت سو درہموں سے زائد ہوگی، تو چاندی کا نصاب پائے جانے کے اعتبار سے زکوٰۃ واجب ہوگی۔

**نوٹ:** العروض کا عطف الذهب پر ہے، ای يضم الذهب الى الفضة والعروض إلى الذهب والفضة .

## شرح الوقایہ ص: ٢٤٦

وَ قُبِلَ بِلاَ دَعْوىٰ وَلَفْظِ اَشْهَدُ لِلصَّوْمِ مَعَ غَيْمٍ خَبَرُ فَرْدٍ بِشَرْطِ اَنَّهُ عَدْلٌ وَلَوْقِناً اَوْ اِمْرَأَةً اَوْ مَحْدُوْداً فِيْ قَذْفٍ تَائِباً.

(الف) مندرجہ بالا عبارت کا ترجمہ کیجئے (ب) وضاحت کے ساتھ مطلب قلمبند کیجئے۔

**الجواب:**

(**الف**) **ترجمہ:** اور قبول کیا جائے بغیر دعوی اور بغیر لفظ اشہد کے، روزہ (رمضان) کے لئے بادل کے ساتھ ایک فرد کی خبر کو، اس شرط کے ساتھ کہ وہ عادل ہوں، اگر چہ وہ غلام یا عورت ہو یا محدود فی القذف تائب ہو۔

(**ب**) **تشریح:** مسئلہ یہ ہے کہ اگر مطلع (آسمان، چاند نکلنے کی جگہ) ابر آلود ہو تو رمضان کے چاند کے لئے فردِ واحد کی خبر کو قبول کر لیا جائے گا چاہے وہ مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام یا محدود فی القذف ہو اور اپنے فعل سے توبہ کر چکا ہو، لیکن ان

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

تمام کا عادل ہونا شرط ہے کیوں کہ دینی معاملات میں فاسق کی خبر کا کوئی اعتبار نہیں، البتہ اس معاملہ میں دعویٰ اور لفظ اشہد کے ذریعہ گواہی دینا شرط نہیں ہے، کیوں کہ یہ ایک محض دینی معاملہ ہے حقوق العباد سے اس کا کوئی تعلق نہیں، حقوق العباد میں دعویٰ اور شہادت کی ضرورت ہوتی ہے، اس لئے اس معاملہ میں ان کی بات کو بھی قبول کر لیا جاتا ہے جن کی گواہی معتبر نہیں ہے جیسے: تنہا عورت، غلام وغیرہ۔

اور اگر مسئلہ عید کی چاند کا ہو تو اس میں بادل ہونے کی صورت میں دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی شرط ہے، اور گواہی میں لفظ اشہد کے ذریعہ گواہی دینا شرط ہے، کیوں کہ اس میں بندوں کا دنیوی نفع ہے، لہذا یہ حقوق العباد کے مشابہ ہو گیا، اور حقوق العباد میں نصابِ شہادت ضروری ہے، البتہ اس میں دعویٰ شرط نہیں ہے، کیوں کہ یہ محض حقوق العباد سے متعلق نہیں ہے بلکہ اس سے حقوق اللہ بھی متعلق ہے اور دعویٰ محض حقوق العباد میں ہوتا ہے۔

فائدہ: ہلال رمضان اور ہلال عید کے ثبوت کے لئے مطلع ابر آلود نہ ہونے کی صورت میں جمع عظیم کی شہادت ضروری ہے اور جمع عظیم سے وہ جماعت مراد ہے جن کی خبر سے علمِ یقین حاصل ہو جاتا ہے اور عقل ان کے جھوٹ پر متفق ہونے سے انکار کرے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

## شرح الوقایہ ص:۲۵۲

نَذَرَ بِصَوْمِ يَوْمَيِ الْعِيْدِ وَاَيَّامِ التَّشْرِيْقِ اَوْ بِصَوْمِ السَّنَةِ صَحَّ وَاَفْطَرَ هٰذِهِ الْاَيَّامَ وَقَضَاهَا وَلَا عُهْدَةَ اِنْ صَامَهَا ، فَرَّقُوْا بَيْنَ النَّذْرِ وَالشُّرُوْعِ فِيْ هٰذِهِ الْاَيَّامِ فَلَا يَلْزَمُ بِالشُّرُوْعِ لِاَنَّهٗ مَعْصِيَةٌ وَيَلْزَمُ بِالنَّذْرِ اِذْ لَا مَعْصِيَةَ فِي النَّذْرِ.

(الف) اعراب لگا کر ترجمہ تحریر کیجئے (ب) مطلب لکھئے، نذر کی تعریف، ایام تشریق اور عہدہ کی مراد واضح کر کے مذکورہ مسئلہ میں نذر اور شروع کے حکم میں فرق کو مدلل تحریر کیجئے۔

الجواب:

**(الف) ترجمہ:** کسی نے عید کے دونوں دنوں (عیدالفطر و عیدالاضحیٰ) اور ایام تشریق کے روزوں کی نذر مانی یا پورے سال کے روزوں کی نذر مانی تو صحیح ہے۔ اور ان دنوں میں افطار کرے اور ان کی قضاء کر لے، اور کوئی ذمہ داری (قضاء) نہ ہوگی اگر ان دنوں میں روزہ رکھ لے، فقہاء نے نذر اور ان دنوں میں روزہ شروع کرنے میں فرق کیا ہے، پس شروع کرنے سے لازم نہ ہوگا اس لئے کہ وہ معصیت ہے، اور نذر ماننے سے لازم ہوگا کیوں کہ نذر میں کوئی معصیت نہیں ہے۔

**(ب) تشریح:** نذر کی تعریف: هو ايجاب عين الفعل المباح على نفسه تعظيماً لله تعالىٰ: نذر وہ ہے کہ بندہ بذاتِ خود اپنے اوپر کوئی ایسی چیز واجب کرے جو اس پر من جانب شرع واجب نہ تھی، نذر کی دو قسمیں ہیں (۱) منجز (۲) معلق۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

**منجز**: یہ ہے کہ بغیر کسی شرط کے کسی عمل کی نذر مانے مثلاً منجز یوں کہے کہ میں اللہ کے لئے ایک روزہ رکھوں گا۔

**معلق**: یہ ہے کہ اپنی نذر کو کسی شرط کے ساتھ معلق کرے، مثلاً یوں کہے کہ اگر میرا فلاں کام ہو جائے تو ایک دن کا روزہ رکھوں گا۔

پھر ان کی دو قسمیں ہیں (۱) معین (۲) غیر معین۔

**ایام تشریق**: اس سے مراد ۱۱،۱۲،۱۳، ذی الحجہ کے ایام ہیں، اور عہدہ سے مراد قضاء ہے۔

صورتِ مسئلہ یہ ہے کہ کسی شخص نے عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے دن یا ایام تشریق یعنی ۱۱،۱۲،۱۳، ذی الحجہ کے دنوں میں کسی دن کے روزہ کی نذر مانی یا ایک سال کے روزوں کی نذر مانی تو اس کی یہ نذر صحیح ہے، اس نذر کی بناء پر اس پر ان ایام کے روزے واجب ہوں جائیں گے، لیکن چوں کہ ان دنوں میں روزہ رکھنا جائز نہیں ہے اس لئے ان دنوں میں روزہ نہ رکھے اور دوسرے ایام میں اس کی قضاء کرلے، اور اگر وہ ان ایام میں باوجود روزہ منع ہونے کے روزہ رکھ لے تو نذر کا جو روزہ واجب ہوا تھا وہ ساقط ہو جائے گا، اور بعد میں اس کی قضاء کی ضرورت نہ ہوگی، یہ حکم ہمارے نزدیک ہے، امام شافعیؒ وغیرہ کے نزدیک یہ نذر ہی صحیح نہیں ہے کیوں کہ ان ایام کا روزہ منہی عنہ ہے اور منہی عنہ معصیت ہوتا ہے اور معصیت کی نذر صحیح نہیں ہے کیوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: لا نذر فی معصیة اللّٰہ. یعنی جس کام میں اللہ کی معصیت ہوتی ہو اس کی نذر صحیح نہیں ہے۔

احناف کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ ان ایام میں روزہ رکھنا ممنوع ومعصیت ہے اس کے ہم بھی قائل ہیں، اسی بناء پر اگر ان ایام میں کوئی روزہ رکھ لے تو اس کا پورا کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ توڑ دینا واجب ہے، لیکن نذر میں کوئی معصیت

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

نہیں ہے، نذر ایک مشروع چیز ہے، اور جب کہ یہاں ایام غیر منہی عنہ میں اس کی قضاء ممکن ہے تو پھر اس کی صحت سے انکار کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

اسی بات کو شارحؒ نے فرقوا بين النذر والشروع الخ سے بیان کیا ہے۔

❁❁❁

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

تصحیح واضافہ شدہ جدید ایڈیشن

# الحل الرضی

## لمشکلات جامع الترمذی (اردو)

تالیف: مزمل الحق انوری قاسمی فاضل دارالعلوم دیوبند

یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ جامع الترمذی ایک ایسی کتاب ہے جو مدارس اسلامیہ میں بالاستیعاب پڑھائی جاتی ہے جس میں تمام احادیث فقہی ابواب پر مرتب ہیں، جس کی افادیت اہل علم کے درمیان مسلم ہے جس کی ہر دور میں مفصل ومطول شروح وحواشی لکھی گئی ہیں، الحل الرضی لمشکلات جامع الترمذی بھی جامع الترمذی کی جستہ جستہ مقامات کا حل ہے۔

### خصوصیات

(۱) حدیث باعراب نقل کرکے ترجمہ کیا گیا ہے۔

(۲) حدیث کی مختصر وجامع تشریح کی گئی ہے۔

(۳) اختلاف فقہاء دلائل کے ساتھ بیان کی گیا ہے۔

(۴) معتبر ومستند کتابوں کے ساتھ ہر مبحث کو مزین کیا گیا ہے۔

(۵) افادۂ مزید کے لیے نوٹ اور فائدہ کے عنوان سے ضروری اور اہم بات بیان کی گئی ہے۔

(۶) یہ جدید ایڈیشن ہے جس میں تصحیح کا خاص اہتمام کیا گیا ہے۔

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

# الحل المفهم

## لحل مشكلات

# الصحيح لمسلم (اردو)

مؤلف: مزمل الحق انوری قاسمی فاضل دار العلوم دیوبند

یہ کتاب انتہائی مختصر اور جامع ہے جس میں مسلم شریف کے مشکل مقامات نہایت سہل انداز میں مرتب کر کے حل کیے گئے ہیں جس سے ہر طالب علم بھرپور استفادہ کر سکتا ہے، نیز اس کتاب میں اولاً حدیث با اعراب نقل کر کے سلیس ترجمہ لیا گیا، اور حدیث کی مختصر و جامع تشریح کی گئی ہے، اختلافی مسائل دلائل کے ساتھ ذکر کئے گئے ہیں، ہر بات امت کی مستند و معتبر کتابوں کے حوالہ کے ساتھ لکھی گئی ہے، آسانی کے لیے ہر مبحث کو جلی اور ذیلی عنوان کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

اشرفی بک ڈپو دیوبند یوپی انڈیا


Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

# فیض القاری

فی حل

# مشکلات البخاری

تالیف:

مہتاب عالم ـــــ محمد ظل الرحمن

فاضل دار العلوم دیوبند

تصحیح ونظر ثانی واضافات

مولانا مفتی شاہ جہاں قاسمی مدن پلی

سابق ترجمان دورۂ حدیث ۱۴۳۵ھ دار العلوم دیوبند

ناشر

اشرفی بک ڈپو دیوبند یوپی (انڈیا)

Mob. 09358001571

Website: NewMadarsa.blogspot.com

Telegram channel : New Madarsa

# مؤلف کی دیگر تالیفات

(۱) تحسین الحواشی لحل اصول الشاشی

(۲) تحسین الصرف وخاصیات الابواب

(۳) تحسین الوقایہ لحل شرح الوقایہ (جلد اول ودوم)

**(۴) التحسین الترتیب**

**لحل شرح التهذیب**

Website: NewMadarsa.blogspot.com
Telegram channel : New Madarsa

# عربی درسی کتابوں کے چند عربی، اردو نوٹ

| | | |
| --- | --- | --- |
| **الفرائد جدید** اضافہ شدہ<br>نوٹ اردو شرح عقائد | **مبادی الکلام** عربی<br>شرح عقائد | **ہدایہ شریف**<br>نوٹ اردو جلد سوم، چہارم |
| **تنظیم الدرایہ**<br>نوٹ ہدایہ شریف جلد سوم | **کشف الجلالین**<br>نوٹ اردو جلالین شریف | **التقریر الکافی**<br>نوٹ اردو بیضاوی |
| **لمعات النکات**<br>لحل مشکلات المشکوٰۃ | **الحل الرضی**<br>لحل مشکلات جامع الترمذی | **التشریح المنضود**<br>نوٹ اردو قال ابوداود |
| **زبدۃ المقصود**<br>نوٹ اردو قال ابوداود | **تحسین الحواشی**<br>نوٹ اردو اصول الشاشی | **فیض القاری**<br>لحل مشکلات البخاری |
| **عمدۃ البدایۃ** جلد اول<br>لحل اسئلۃ الہدایۃ | **تحسین الوقایہ**<br>لحل شرح الوقایہ اول دوم | **الحل المفہم**<br>لحل مشکلات مسلم شریف |


Estd 1979
اشرفی

اشرفی بک ڈپو، دیوبند، یوپی

ASHRAFI BOOK DEPOT

DEOBAND, DISTT. SAHARANPUR, (U.P.) PIN-247554, INDIA

Mobile: 09358001571 Whatsapp: 09810383186

Email: ashrafibooks@gmail.com



Website: NewMadarsa.blogspot.com

Telegram channel : New Madarsa